۴۴۰۲

ووصینا الانسان

الوصی

اثبات وصایت وخلافت بلافصل جناب امیرالمومنین ع

جس مین اوس رسالہ کا بھی جواب ہے جو الوقاص

نامی جلیور سے شایع ہوا ہے باین غرض کہ حضرت علیؑ

وصی الرسول نہ تھے

المؤلف

سید ناصر حسین مولف فتح الرحمان۔ و فتنہ شبلی

در مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن طبع گردید

۴۴۱۰۷

الوصی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد رسالہ **الوقاص** مولفہ جناب عبدالرزاق عارف جلپوری ہمارے پیش نظر ہے جکانام اورکبھی نہین سناگیا تھا۔ اگر یہ رسالہ نفس مطلب کے متعلق ہوتا کہ انکار وصایت جناب امیرالمومنینؑ اسکا مقصد ہے تو کہہ سکتے تھے مذہب خوارج کی ہماہش کا نشا ہے۔ کیونکہ اہلسنت والجماعت مین تو کوئی ایسا نہین معلوم ہے جو اس کا منکر ہو یہانتک کہ جس طرح حضرت علی آپکا اسم گرامی ہے اوسی طرح وصی بھی آپکا ایسا لقب ہوگیا ہے کہ بجز آپکے کوئی سمجھا ہی نہین جاتا۔

مقصود اس رسالہ کا جیساکہ اون کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے **شمیمۃ الاخلاص** کا جواب دینا ہے جو مولوی سید عبدالعزیز صاحب احمر نے بحمایت ملا طاہر سیف الدین صاحب لکھا تھا۔ چونکہ مولوی سید عبدالعزیز صاحب احمر نے اپنے کو اہلسنت سے ہونا ظاہر کیا تھا اسی وجہ سے جناب عبدالرزاق صاحب کو غیرت آئی ورنہ اسکی ضرورت نہ تھی۔

سرصفحہ پر آپ لکھتے ہین "حضرت علیؑ وصی الرسول نہ تھے جن پر شیعون اور خصوصًا داؤدی بوہرون کے ملا صاحب کے عقائد کی بنیاد ہے اور

رہ سکتے ؛

اس کا مطلب ہماری سمجھ مین نہین آتا۔ کیونکہ جناب امیرؑ کو وصی رسول ماننے والے تو صرف شیعہ۔ اور داؤدی بوہرے ہی نہین بلکہ جتنے مسلمان آجتک گذرے ہین یا گذرینگے بشرطیکہ اہل اسلام سے ہون جنکو احادیث رسول اللہ پر ایمان لانا لازم ہے جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ سب کو ماننا ضروری ہے

ہان آخری فقرہ "ملا صاحب داعی مطلق نہین رہ سکتے" یہ بتا رہا ہے کہ یہ تحریر کسی سنی کی نہین ہے بلکہ بوہرون ہی سے کسی نے یہ رسالہ لکھوایا ہے جو ملا صاحب کے مخالفین سے ہین۔ کیونکہ شیعہ سنی کی بحث تو اس غرض سے ہو ہی نہین سکتی بلکہ خارجی بھی اس حیثیت سے نہین بحث کر سکتا۔

بہر حال اگر آپکو ملا صاحب سے کسی وجہ سے مخالفت ہے تو ہمکو اوس سے بحث نہین مگر جو روش آپنے اختیار کیا ہے اوس مین کامیابی ناممکن ہے کیونکہ وصایت جناب امیرؑ سے انکے داعی مطلق ہونے کو کسی طرح کا تعلق نہین ہان اگر آپ یہ ثابت کر دین کہ وہ اپنے والد کے وصی و جانشین بالنص نہین ہین تو البتہ ملا صاحب کے دعوی کی تکذیب ممکن ہے۔ ورنہ اگر بفرض محال یہ ثابت بھی ہوجائے کہ جناب امیرؑ وصی رسول نہ تھے تو اس سے اون کو کیا ضرر ہوگا۔ اور داعی مطلق کی اصطلاح تو صرف بوہرون کی ہے اور شیعہ و سنی تو ہر شخص کو داعی مطلق جانتے ہین جو خدا اور رسول و دین حق کی طرف دعوت کرے کلکم راع کلکم مسؤل

انکی اس دو رخی تحریر نے ہمکو مجبور کیا کہ اس تحریر کا جواب لکھین ورنہ ہم شیعہ اثنا عشری کو اسکی ضرورت نہین کہ ملا صاحب کی حمایت مین قلم اوٹھائین نہ ہماری بحث کو اوس سے تعلق ہے ہمکو تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ جناب امیرؑ وصی رسول باتفاق فریقین تھے۔ جو حضرت کی خلافت بلا فصل کو نہین بھی مانتے وہ بھی اسکے قائل ہین کہ جناب امیرؑ وصی رسول اللہ تھے۔ بلکہ لفظ وصی کا استعمال

غیر جناب امیر پر ہوتا ہی نہین نہ

بہر حال آپ لکھتے ہین "بعض احباب متقاضی ہین کہ مسئلہ وصایت کے متعلق ہین کچھ اپنے معلومات لکھدون اگرچہ مجھے مکروہات زمانہ سے فرصت نہ تھی اور نیز یہ کہ مین اس کا اہل بھی نہ تھا تاہم احباب کی خاطر سے مجھے مختصراً اپنے خیالات ظاہر کرنے پڑے"

یہ فقرہ عجب طرح کا گول معلوم ہوتا ہے کیونکہ شمیمۃ الاخلاص مین نہ وصایت پر کچھ زور دیا گیا ہے نہ اوسکی حقیقت دکھائی گئی ہے پھر کیون احباب کو اسکی فکر پڑی کہ آپسے اسکی استدعا کرین - اور کیا مذہب اہلسنت مین کوئی عالم نہ تھا جسکی طرف رجوع کرتے اور اون سے اسکی فرمایش کرتے خصوصاً جبکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ اسکے اہل نہین ہین -

یہ بھی عجب معاملہ ہے کہ اعتراض ہے جناب **ملا طاہر سیف الدین** صاحب پر جو بوہرون کے مذہبی پیشوا ہین - مگر حامی یا مخالف اہلسنت ہین یا شیعہ اور اور خود بوہرون کا کوئی قلم نہین حرکت کرتا حالانکہ اون مین بھی اہل علم ہین جواب کچھ لکھ سکتے ہین - جس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ یہ سب اثر ہے ملا صاحب کے کمال ضبط و احتیاط کا جو اپنی قوم سے کسی کو بھی اسکی اجازت نہین دیتے کہ وہ رد و کد مین پڑین - یہ ایسی مثال ہے کہ دنیا مین شاید ہی کوئی اسکی نظیر ہو سکے کیونکہ جوش انتقام مین جذبات کا متحرک ہونا **فطری** امر ہے -

ہم اسکے اظہار پر مجبور ہین کہ اگر ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السّلام کو کچھ بھی اطمینان نصیب ہوتا تو نہ معلوم کیسی روحانی تعلیم ہمکو ملتی کہ پھر کسی معترض کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملتا جسکے جواب کی ضرورت ہوتی - مگر آہ وہ زمانہ تو ایسا تھا کہ خود سلطنت اونکی مخالف تھی اور کسی طرح نہ چاہتے تھے کہ اون حضرات کے فیوض باطنی سے کوئی مستفیذ ہو یہانتک کہ قیدخانے اور سولیان اونھین لوگون کیلئے تھین جو ائمہ اطہار کے موافق تھے ورنہ اور جرم کی تو کوئی بازپرس بھی اتنا

نہ ہوتی جس طرح اس زمانہ مین گورنمنٹ انگریزی نے سبکو مذہبی آزادی دی ہے اور کوئی نہین پوچھتا کہ تم امام بنتے ہو یا نبی یا خدا ہمکو تو حفظ امن مطلب ہے اوسی طرح اگر سابق زمانہ مین یہ آزادی ملی ہوتی تو آج دنیا مین شاید ایک شخص بھی نہ ملتا جو دوسرے مذہب کا پیرو ہوتا کیونکہ ان حضرات کی اخلاقی تعلیم اور روحانی تاثیر ہی ایسی ہوتی کہ اس مذہب سے علیحدہ نہ ہوتا حضرت امام مہدی عجل اللہ ظہورہ کے نسبت جو بہ اتفاق فریقین یہ پیشگوئی ہے کہ آپکے عہد کرامت مہد مین قاف سے قاف تک ایک مذہب ہوگا تو ہو سکتا یہ مطلب نہین ہے کہ صرف جہاد سے یہ کام ہوگا بلکہ اون حضرت کی روحانی تاثیر ایسی ہوگی کہ پھر کوئی دوسرا مذہب باقی ہی نہین رہ سکتا کیونکہ نفس انسانی طالب کمال ہے اور جب کمال ملجائیگا تو قہراً اوسکی طرف میلان ہوگا۔

مثال کے لئے جناب امام رضاؑ کی وہ حالت کافی ہے کہ جب حضرت کو مامون رشید نے نماز عید پڑہانے کا حکم دیا ہے اور آپ حسب سنت رسول اللہؐ دولتسرا سے برآمد ہوئے ہین تو تمامی حضار پر کیا کیفیت طاری ہوئی حالانکہ وہ سب شیعہ نہ تھے بلکہ تمامتر اہلسنت میں سے تھے جن مین امرا و روسا و لشکر سب شامل تھے۔

غرض اگر حضرات ائمہ طاہرین کو یہ لوگ موقع دیتے کہ وہ اپنی روحانیت پھیلاتے اور اپنے اخلاق کو جو عین اخلاق رسول اللہ تھے اہل دنیا کو دکھاتے تو شاید کوئی متنفس بھی آپکی تعلیم سے علیحدہ نہ ہوتا مگر افسوس کون خیرخواہ اسلام تھا جو اس نکتہ کو سمجھتا اونھون نے تو ملکی فتوحات مین اسی کو مقدم کیا کہ قبل اسکے کہ وہ لوگ دوسری طرف جائین پہلے خانۂ رسول ہی کو تباہ و برباد کرین کہ اگر ان کا کسی طرح اقتدار باقی رہیگا تو ہماری کوئی نہ سنے گا

غرض جناب مولوی عبدالرزاق صاحب جلبوری نے یہ رسالہ الوقاص لکھکر صرف بوہرون ہی کو نہین ستایا بلکہ تمامی اہل اسلام کو خواہ وہ سنی

ہون یا شیعہ۔ اثنا عشری ہون یا غیر اثنا عشری کیونکہ انکار وصایت جناب امیر اوس وقت تک تو ناممکن ہے کہ دنیا مین ایک شخص بھی کلمہ گو رہے کیونکہ جس روز توحید ورسالت کا اعلان کیا گیا ہے اوسی روز تو اوسی مجمع مین اوسی شخص کی زبان سے وصایت جناب امیر کا اعلان بھی کیا گیا۔

ہان اگر یہ شخص اسکا اعلان بھی کردے کہ محمد بن عبد اللہ کوئی شخص نہ تھے جو مدعی رسالت ہوئے تو البتہ ممکن ہے وصایت جناب امیر سے بھی انکار کرے ورنہ اگر آسمان لاکھ چکر کھائے تو انکار ممکن نہین۔

الوقاص مین دعوی کیا گیا ہے کہ ملا طاہر سیف الدین صاحب نے مذہب اہلسنت والجماعۃ کے بزرگون پر تبرا سے کام لیا ہے اور نیز سوائے مذہب بوہرون کے تمامی مذاہب کو جہنمی شمار کیا ہے۔

اگر یہ شکایت کسی طرح جائز ہوتی تو سب سے پہلے ہم اسکے شاکی ہوتے جو شیعہ اثنا عشری ہین کیونکہ ہم کو بھی تو وہ اہل حق سے نہین مانتے مگر افسوس یہ شکایت بیجا ہے کیونکہ جو شخص جس مذہب کا ہوتا ہے اوسی کو حق سمجھتا ہے اور دوسرے کو ناحق ورنہ اگر حق سمجھتا تو کیون اوسکو ترک کرتا۔

مگر ناحق سمجھنے کو تبرا سمجھنا یہ آپکی نئی اصطلاح ہے کیا صلح حدیبیہ مین جو کفار نے رسول اللہ کا لفظ نہ لکھنے دیا کہ اگر ہم آپکو رسول سمجھتے تو کیون جنگ کرتے تبرا تھا۔ عمرو عاص نے لفظ امیر المومنین نہ لکھنے دیا کہ اگر آپکو امیر المومنین سمجھتے تو کیون جنگ کرتے۔ کیا یہ تبرا تھا۔

تبرا کا لفظ ایسا نہین ہے جو محتاج تشریح ہو آپ قرآن وحدیث مین دیکھ لیجئے اسکے واسطے الفاظ مخصوص ہین۔ خود رسول اللہ نے فرمایا اللّٰھمّ انی ابرء الیک ممّا صنع خالد بن ولید۔ یا اللّٰھمّ العن فلاناً یہ تبرا ہے نہ یہ کہنا کہ ہم حق پر ہین تم باطل پر ورنہ لازم آتا ہے کہ امام مسلم نے بخاری پر تبرا کیا ہو

جنکے مذہب کو مسلم نے باطل کیا ہے اور پھر دنیا مین کوئی ایسا شخص نہین رہتا جسپر تبرا نہ کیا گیا ہو۔

ہان کسی شخص کا کسی مذہب کو اختیار کرنا اسکی دلیل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو حق سمجھتا ہے اور دوسرے باطل لہذا ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنی حقیت ثابت کرے۔ نہ یہ کہ کہے فلان نے ہمپر تبرا کیا۔

یہ جو مشہور ہے کہ شیعون کے چہرہ پر تبرا لکھا رہتا ہے اوسکی تصدیق آپکی عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ رسالہ ضوء النور الحق المبین مین بزرگان مذہب اہلسنت پر تبرا کیا گیا ہے حالانکہ نہ اوس کتاب کو آپنے دیکھا ہے نہ ہمنے بجز اسکے کہ چند عبارتین اوسکی محمد اسمعیل سرپادہ نے نقل کی ہین جس مین مطلق تبرا کا نام نہین بجز اسکے کہ اپنے مذہب کے حق ہونے کا دعوی کیا ہے جسکا ہر شخص کو حق ہے اگر آپکو مذہب اہلسنت کی حقیت کا دعوی ہو تو پیش کیجیے۔

دوسرا آپکا یہ دعوی ہے کہ شمیمۃ الاخلاص کا یہ دعوی اہل الجماعۃ والسنۃ سے مراد بلا قیل و قال عامہ مسلمین ہین" غلط اور صراحۃً باطل ہے۔

مگر افسوس یہ دعوی بھی بوجہ لاعلمی ہے کیونکہ تمام اہل علم کو معلوم ہے مسلمانون کے اسلام کی ابتدا اوسی روز سے ہوئی جس روز حضرت نے اپنی نبوت اور جناب امیر کی وصایت و خلافت کا اعلان کیا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔

اوسکے بعد سے مسلم و کافر دو لفظ مقابل قرار پائے۔ مسلم مین منافق بھی داخل تھے اور کافرین یہود و نصاری و مشرکین سب شامل تھے۔ مسلمانون مین جنھون نے خصوصیت کے ساتھ جناب امیر کی متابعت کی وہ شیعہ کہلائے مگر نہ اس طرح کہ یہ کوئی فرقہ علیحدہ ہو بلکہ سب مسلمان ہی کہلاتے تھے اور خاص خاص لوگ جنکو زیادہ اختصاص تھا جناب امیر سے وہ شیعہ کہلاتے۔

جناب امیر کی خلافت تک یہی لفظ مسلمین عام طور پر جاری رہا اور خاص خصوصیت سے شیعہ کا لفظ بغرض اظہار خصوصیت و موالات استعمال ہوتا جیسا کہ

طرفداران حضرت عثمان کے نسبت عثمانیہ اور معتزلہ کا لفظ استعمال ہوتا ملاحظہ ہو تاریخ کامل صـ۱۷۶ جلد ۳

دبایعت الانصار الا نفرا یسیرا منہم حسان بن ثابت ہو کانوا عثمانیۃ
اور تاریخ ابوالفدا مین ہے وسموا ھولاء المعتزلۃ لاعتزالہم علیا صـ۱۷۱
کہ یہ لوگ معتزلہ کہلاتے تھے۔ مگر یہ لقب نہ عام مسلمین کا تھا نہ اس نے رواج عام پایا یہانتک کہ جناب امام حسنؑ اور معویہ سے صلح ہوئی فسمی ھذا العام الجماعۃ لاجتماع الامۃ علی خلیفۃ واحد صـ۱۳۳ تاریخ الخلفا۔
یعنی اوس سال کا نام سنہ جماعۃ رکھا گیا اسوجہ سے کہ تمامی امۃ کا اجماع ہوا ایک خلیفہ پر۔ اور استیعاب بن عبدالبر کی مین ہے فسمی عام الجماعۃ۔ یعنی اوس سال کا نام سنہ جماعۃ رکھا گیا اور یحیی بن الحسن القرشی نے منہاج التحقیق مین لکھا ہے ھذا سبب تسمیۃ الجمہور بتما اہل السنۃ ان معاویۃ حین من سب علیا سمی ذلک العام عام السنۃ وبہ سمیت اہل السنۃ اور ابانہ علامہ ابن بطہ مین ہے انما سمی ھذا الاسم یزید بن معویہ لما ادخل راس الحسین۔ یعنی جب جناب امام حسینؑ کا سراقدس دمشق مین داخل کیا گیا تو اوس سنہ کا نام سنہ جماعۃ رکھا گیا کما فی رسالۃ الایمان صـ۳۲ جلد ۲ ملے

غرض اہلسنت والجماعۃ کا نام سنہ ۴۱ سے رائج ہوا جو اوس سنہ کا نام ہے جس سال جناب امام حسنؑ اور معویہ سے صلح ہوئی۔ اور اسقدر تو خود شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی تحفہ مین اقرار کیا ہے۔

اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنی اور تفضیلیہ سے ہین زمانہ سابق مین لقب ان کا شیعہ تھا جب غلاۃ اور روافض اور زیدیون اور اسماعیلیون نے اس لقب سے آپکو ملقب کیا اور قباحت عقلی و عملی ان سے

کہ حق وباطل ایک صورت کے نہ ہوجائین فرقہ سنیہ اور تفضیلہ نے اس لقب کو اپنے حق مین ناپسند کیا اور اہلسنت وجماعت اپنا لقب قرار دیا صفحہ ۲ جس سے معلوم ہوا کہ یہ لقب نہ خدا ورسول سے انکو ملا ہے نہ خلفائے ثلثہ سے بلکہ صرف شیعون کے مخالفت مین یہ نام اپنا اپنے اختیار سے رکھا۔

شاہ صاحب لقب شیعہ کا ۳۷ھ سے قرار دیتے ہین چنانچہ لکھتے ہین قائمہ لوگ جنکا لقب شیعہ ہوا گروہ مہاجرین وانصار اور اونکے تابعین سے ہین کہ ہم جلیس اور پیرو حضرت مرتضیٰ کے تھے جس وقت آپ انکے خلیفہ ہوئے ان لوگون نے ہمیشہ صحبت آپکی اختیار کی اور مخالفین سے لڑتے رہے اور مطیع انکے امر ونہی کے ہوئے انکو شیعہ مخلصین کہتے ہین اور یہ لقب انکا ۳۷ھ ہجری مین ہوا اونکے بعد شیعہ تفضیلیہ ظاہر ہوئے صفحہ ۳

جناب عبدالرزاق صاحب غور کرین کہ اہل الجماعۃ والسنۃ سے بلا قیل وقال عامہ مسلمین مراد ہوئے یا نہین کیونکہ ۴۱ھ تک تو کہین اس نام کا وجود نہ تھا معویہ نے بعد صلح جو یہ نام رکھا تو وہی مشہور ہوا اور عام طور سے اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے لگے کیونکہ شاہ صاحب نہایت وضاحت سے لکھتے ہین وہ سب پہلے شیعہ تھے مگر جب شیعہ کا لقب زیدیہ وغیرہ نے اختیار کیا تو اون لوگون نے اپنا نام اہلسنت والجماعۃ رکھا جس سے معلوم ہوا کہ اصلی سبب وہی ہے کہ معاویہ نے اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا تھا۔ تو اوسی مناسبت سے اس فرقہ نے اپنا نام اہلسنت والجماعۃ رکھا۔ شیعہ وسنی کی تقسیم ایک ایسا امر ہے کہ دوست ودشمن سب جانتے ہین چنانچہ مارش صاحب ذکر فرق اسلامیہ مین لکھتے ہین پس دو فرقے ہوئے ایک محب علی جسکو شیعہ کہتے ہین ایک دشمن علی جسکو سنی کہتے ہین خلاصۃ التواریخ حصۂ دوم صفحہ ۴۸

رہا یہ امر کہ علمائے اہلسنت نے بہت سے فرقون کا نام علیحدہ علیحدہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مستقل فرقے ہین جو قسیم ہین شیعہ وسنی کے حالانکہ ایسا

نہین ہے کیا خوب لکھا ہے مولوی شبلی صاحب نعمانی نے کہ اوس زمانہ مین ایک
حرکت پیدا ہوئی کہ جسکے منہ سے جو بات نکلی مذہب بنگئی اس طرح چند ہی روز مین
بیسیون فرقے نکل آئے ملل و نحل اور کتب شرح عقاید مین ہر ایک فرقہ کے
حالات و معتقدات لکھے ہین لیکن یہان انکے نام تفصیل کے لکھنے کا موقع نہین
پھر لکھتے ہین محققین نے تسلیم کیا ہے کہ فرقون کے تعداد کی یہ کثرت درحقیقت صحیح
نہین اصل مین صرف چند فرقے ہین پھر ایک ایک فرقہ کے بہت سے فرقے نکلے
ہین شرح مواقف مین لکھا ہے کہ اسلام کے اصل ۸ فرقے ہین شیعہ سنی خارجی
مرجیہ ۔ نجاریہ معتزلہ جبریہ مشبہہ علامہ مقریزی نے تاریخ مصر مین یہ تعداد اور بھی گھٹادی
ہے اور صرف پانچ فرقے قرار دئے ہین ۔ سنی شیعہ معتزلہ خارجی مرجیہ منہ ۲ علم الکلام
مگر ہم کہتے ہین کہ یہ بھی زیادتی ہے اصل مین دو ہی فرقہ ہے ۔ ایک شیعہ ۔ دوسرے
سنی ۔ جسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ انھین اہلسنت کو کبھی عثمانی کہا جاتا ہے کبھی معتزلہ
جیسا کہ تاریخ کامل و ابوالفداء سے مذکور ہوا اور غنیۃ الطالبین مین ہے ۔
تسمیہا الجہمیۃ مشبہۃ ص ۲۱۰
یعنی جہمی لوگ اہلسنت کو مشبہ کہتے ہین کیونکہ وہ صفات باری کے قائل ہین
و تسمیہا الرافضۃ ناصبیۃ لقولہا باختیار الامام و نصبہ بالعقل الخ
کہ شیعہ لوگ اہلسنت کو ناصبی کہتے ہین کیونکہ وہ قائل ہین کہ نصب امام باختیار ناس
ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت کوئی مذہب مستقل ایسا نہین ہے
جو ان سب کا قسیم بن سکے بلکہ ان سب اوصاف کے ساتھ جس جس طرح اتصاف ہوتا
گیا ویسا ہی نام پڑتا گیا ۔ اور اصل وہی ہے کہ اسکا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا
اور اوسی کی نسبت سے اہل السنۃ والجماعۃ قرار پایا ورنہ اسکی کوئی وجہ نہین کہ
ایک فرقہ کے مختلف نام ہون
بخلاف شیعہ کے کہ وہ ابتدا سے ایک ہی نام کے ساتھ موسوم رہا ۔ قاموس مین ہے
شیعۃ الرجل اتباعہ و انصارہ ۔ وقد غلب ہذا الاسم علی کل من یتولی

علیاً واهل بیته حتی صار لهم اسماً خاصاً

اور ملل ونحل شهرستانی میں ہے الشیعة هم الذین شایعوا علیاً علیه السلام علی الخصوص وقالوا بامامته وخلافته نصاً ووصایةً اما جلیاً او خفیاً واعتقدوا ان الامامة لا تخرج من اولاده ویجمعهم القول بوجوب التعیین والتنصیص وثبوت عصمة الائمة وجوباً عن الکبائر و الصغائر والقول بالتولی والتبری قولاً وفعلاً الا فی حال التقیة

برحاشیہ الفصل ۔

یعنی شیعہ کسی کا وہ ہے جو اوسکے اتباع و انصار سے ہو اور یہ نام خصوص ہو گیا ہے شیعیان جناب امیر اور اہلبیت طاہرین سے یہانتک کہ اونکا نام خاص ہو گیا اور ملل ونحل میں ہے کہ شیعہ وہی ہیں جنھون نے متابعت کی جناب امیر کی خصوصاً اور قائل ہوئے بہ امامت وخلافت از راہ نص و وصایت خواہ وہ نص جلی ہو یا خفی اور اسکا اعتقاد کیا کہ خلافت وامامت انکی اولاد سے نہین خارج ہو سکتی اور قول جامع اون کا یہ ہے کہ وہ قائل ہین اسکے کہ ضرور ہے نبی کسی کو معین کر دے اور اوسپر نص کرے اور اسکے قائل ہین کہ امام کو صغائر وکبائر سے معصوم ہونا چاہیے اور تولا وتبرا کرین قولاً اور فعلاً مگر حالت تقیہ مین ۔

اب جبکہ شیعہ وسنی کی حقیت معلوم ہو چکی اور یہ بھی کہ لقب اہلسنت و الجماعة ایجاد کردہ معویہ ہے اور جتنے فرقے اہلسنت مین پیدا ہوئے اگرچہ وہ کسی نام سے پکارے جائین مگر اصل سبکی ایک ہے کہ خلافت ابوبکر وعمر کا قائل ہونا تو نہ خارجی کوئی فرقہ رہا نہ معتزلی کیونکہ سب ایک ہی اصل کے تابع ہین عوام الناس جو اس واقعہ سے بیخبر ہین کہ یہ نام اوس سنہ کا ہے جس مین جناب امام حسن اور معویہ مین صلح ہوئی اور معاویہ نے اس کا نام سنة الجماعة رکھا وہ اس سے بھی بیخبر ہین کہ سنت سے کیا مراد ہے وہ سمجھتے ہین کہ سنت سے مراد سنت رسول ہے حالانکہ جامع صفحہ مین مذکور ہے

عن عائشہ قال رسول اللہ من تمسک بالسنۃ وجبت لہ الجنۃ قالت عائشۃ یارسول اللہ وما السنۃ قال حب ابیک وصاحبہ یعنی عمر یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جسنے سنت سے تمسک کیا وہ اہل جنت سے ہوا عائشہ نے پوچھا سنت کیا ہے حضرت نے فرمایا ابوبکر و عمر کی محبت جس سے معلوم ہوا کہ سنت سے مراد سنت خدا اور رسول نہیں ہے بلکہ محبت شیخین ہے اور یہی ہمارا دعوی ہے جسکی تصدیق آپکے اس کلام سے بھی ہوتی ہے" اور یہ لقب زمانہ صحابہ ہی کے بوجہ پیدا ہونے فرق ضالہ مثل خارجیوں ناصبیوں منکرین قدر منکرین صفات وغیرہ کے اختیار کیا گیا الوکاس ص۴

جس سے معلوم ہوا کہ یہ لقب نہ منجانب اللہ ہے نہ منجانب الرسول بلکہ خود اپنا اختیاری لقب ہے اور چونکہ معویہ بھی آپکے والسنت مین صحابی ہین لہذا یہ بھی ٹھیک ہوا کہ عہد صحابہ ہی مین یہ لقب اختیار کیا گیا بلکہ خود آپکے صحابی ہی نے یہ لقب دیا۔ اب اسکے مقابلہ مین ان احادیث کو دیکھئے جو خود آپکے یہان مستند حدیثون سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت نے شیعون کو لقب شیعہ سے ممتاز کیا اور قرآن مین بھی یہ لفظ اسی معنی مین آیا ہے۔

صواعق محرقہ مین ہے وفی الطبرانی انہم قال لعلی اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین وذریتنا خلف ظہورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا ان ہذہ الایۃ لما نزلت قال لعلی ہوانت وشیعتک تاتی انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین ویاتی عدوک غضاباً مقمحین ص۹۲

اس قسم کی صدہا حدیثین ہین جنمین حضرت نے شیعون کو بشارت جنت دیا ہے جس سے یہ تو یقیناً معلوم ہوا کہ یہ لقب عطیہ رسول اللہ ہے نہ کہ مثل اہلسنت از خود یہ لقب اختیار کیا ہو یا کسی دشمن نے دیا ہو جیسا کہ اہلسنت کو یہ نام معویہ نے دیا یا بنی امیہ نے

چونکہ آجکل اخبار اہلحدیث مین یہ بحث بڑے زور دن سے چل رہی ہے کہ اہلسنت
کون ہے اسلیئے اسقدر ہمکو لکھنا پڑا کہ معلوم ہو کہ یہ لقب منجانب اللہ و منجانب
الرسول ہے نہ یہ کوئی علمی نام ہے بلکہ معویہ نے اوس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا
تھا اسلیئے جو لوگ اوس سال کی طرف منسوب ہین وہی لوگ اہلسنت ہین جو
آپ لوگ جو تعریف جامع و مانع چاہتے ہین وہ کہان مل سکتی ہے اور بجز اسکے
کہ جو لوگ خلافت شیخین کے قائل ہین وہ سنی ہین اور کوئی تعریف نہین ۔
آپ خوارج و معتزلہ کا نام لیکر چاہتے ہین کہ عامہ مسلمین کا دائرہ وسیع کرین حالانکہ
یہ سب غلط ہے جس طرح کہ شیعہ کے لفظ مین اثنا عشری بوھرہ زیدیہ
سب داخل ہین اوسی طرح لفظ اہلسنت والجماعۃ مین خوارج معتزلہ جہمیہ قدریہ سب
داخل ہین اور اون کا کہین وجود بھی نہین بجز اسکے کہ کتابون مین اونکا نام موجود
ہے نہ کوئی شخص اونکا دکھائی دیتا ہے نہ اونکی کتاب کہین نظر آتی ہے پھر
ناحق اس تطویل لاطائل سے کیا فائدہ

تنقیح امر دوم اور اسکا فیصلہ

مولوی عبدالرزاق صاحب القصاص مین لکھتے ہین ۔
کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے؟ کیا آپنے حضرت
علی کو اپنا وصی (یعنی خلیفہ) بنایا تھا۔؟ کیا کسی اہل الجماعۃ والسنۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت
علی وصی یعنی خلیفہ رسول تھے؟ کیا صوفیائے کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ بلا عقیدہ وصایت
راہ نجات مسدود ہے؟ کیا حضرت علی یا کسی صحابہ کا یہ عقیدہ تھا؟
واضح ہو کہ اس **وصایت** کے ثبوت کیلئے قطعی دلیل ہونی چاہیئے کیونکہ یہ مسئلہ
اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے۔ پس یا تو قرآن پاک کی آیت ہونی چاہیئے یا وہ حدیث ہو جو
متواتر ہے اگر کوئی حدیث صحیح ہو اور گو وہ احاد سے ہو اوس وقت بھی ہم مان لینے کو
تیار ہین۔ لیکن سند غیر معتبر یا ناقابل اعتبار سے کچھ بھی ثابت نہین ہو سکتا

اسکے جواب مین ہم بجز اسکے کیا کہہ سکتے ہین کہ آپکو مذہب اہلسنت سے خبر ہے نہ
اونکے اعتقادات سے کیونکہ پہلے دو سوال تو ایسے ہین جنکا ثبوت حدیث و قرآن
سے ہے اور دوسرے تین سوال ایسے ہین کہ جنکو مذہب اہلسنت سے تعلق ہی
نہین جسکا ذمہ دار دوسرا کوئی شخص نہین ہو سکتا۔

ہان ہم اسکو ثابت کر سکتے ہین کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی او خلیفہ
مقرر کیا تھا اور اثبات اسکا قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے مگر یہ مشکل ہے
کہ یہ ثابت کیا جائے کہ آپکا اعتقاد بھی اسپر ہے کیونکہ اگر اعتقاد بھی اسپر ہوتا تو پھر
نزاع کیون ہوتی اور یہ تیرا مذہب کیون بنتا۔
مگر جب ہم اسکو ثابت کر دینگے کہ رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر
کیا اور ایسی سند صحیح سے یہ امر ثابت ہے کہ آپکے علمانے اوس سند کو صحیح کہا
ہے تو لامحالہ آپکو اقرار کرنا ہوگا کہ اگر اسپر اونکا اعتقاد نہین ہے تو مذہب اہلسنت
قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔
نمبر اول سب سے پہلے آپکو کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کی
زیارت کرنی چاہیئے جو اس ہندوستان کی اسلامی ریاست حیدرآباد دکن مین
۸ جلدون مین چھپی ہے سنہ ۱۳۱۳ ہجری صفحہ ۳۹۲ جلد ۶
عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی عبد المطلب
انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ ان ادعوکم الیہ
فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی
فیکم قال فاحجم القوم عنھا جمیعاً قلت یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ
فاخذ برقبتی ثم قال ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ
واطیعوا
پھر اوسی کتاب مین ہے صفحہ ۳۹۶
عن علی قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وانذر عشیرتک الاقربین جمع النبی

صلی اللہ علیہ وسلم من اهل بیتہ فاجتمع ثلاثون فاكلوا وشربوا
فقال لهم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویكون معی فی الجنة و
یكون خلیفتی فی اهلی وقال رجل یا رسول اللہ انت كنت بحرا من یقوم
بهذا ثم قال الاخر نعرض هذا علی اهل بیتہ واحدا واحدا فقال
علی انا احمد وابن جریر وصححہ والطحاوی ص

پھر اوسی کتاب میں ہے ص ٣٩٥

عن علی قال لما نزلت هذه الآیة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وانذر عشیرتك الاقربین دعانی رسول اللہ صلی اللہ وسلم
فقال یا علی ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلك
ذرعا وعرفت انی مهما اناديهم بهذا الامر اری منهم ما اكره فصمت
علیها حتی جاءنی جبریل فقال یا محمد ان لم تفعل ما تومر به یعذبك
ربك فاصنع لی صاعا من طعام واجعل علیه رجل شاة واجعل لنا
عسا من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اكلمهم وابلغ ما
امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم وهم یومئذ اربعون رجلا او
ینقصونه فیهم اعمامه ابو طالب وحمزة والعباس وابو لهب فلما اجتمعوا
الیه دعانی بالطعام الذی صنعته لهم فجئت به فلما وضعته تناول
النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبت خزیة من اللحم فشقها باسنانه ثم
القاها فی نواحی الصحفة ثم قال کلوا بسم اللہ فاكل القوم حتی نهلوا
عنه ما نری الا آثار اصابعهم واللہ ان كان الرجل الواحد منهم لیاكل
مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم یا علی فجئتهم بذلك العس فشربوا
منه حتی رووا جمیعا وایم اللہ ان كان الرجل منهم لیشرب مثله فلما اراد
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکلمهم بدره ابو لهب الی الكلام
فقال لقد سحركم صاحبكم فتفرق القوم ولم یکلمهم النبی صلی اللہ علیہ

وسلم فلما كان الغد فقال يا علی ان هذا الرجل قد سبقنی الی ما سمعت
من القول فتفرق القوم قبل ان اكلمهم فعد لنا مثل الذی صنعت
بالامس من الطعام والشراب ثم اجمعهم لی ففعلت ثم جمعتهم ثم دعانی
بالطعام فقربته ففعل به كما فعل بالامس فاكلوا وشربوا حتی نهلوا ثم
تكلم النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا بنی عبد المطلب انی و
الله ما اعلم شابا فی العرب جاء قومه بافضل ما جئتكم به انی قد
جئتكم بخیر الدنیا والآخرة وقد امرنی الله ان ادعوكم الیه فایكم یوازرنی
علی امری هذا فقلت وانا احدثهم سنا وارمصهم عینا واعظمهم
بطنا واحمشهم ساقا انا یا نبی الله اكون وزیرك علیه فاخذ برقبتی
فقال ان هذا اخی ووصیی وخلیفتی فیكم فاسمعوا له واطیعوا فقام
القوم یضحكون ویقولون لابی طالب قد امرك ان تسمع وتطیع لعلی ۔
(ابن اسحاق وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو نعیم هق معا
فی الدلائل)

یہ تین روایتیں ہین ایک کتاب کنز العمال کی جسکو اونھون نے امام طبری ۔ امام احمد
بن حنبل وابن جریر سے اور ابن اسحق ۔ ابن جریر ۔ ابن ابی حاتم ۔ ابن مردویہ ۔
ابو نعیم ۔ اور امام بیہقی سے روایت کیا ہے اور خلاصہ سب کا یہ ہے کہ جب رسول
اللہ پر آیہ وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے اپنے خاندان والونکو
جمع کیا اور فرمایا اے فرزندان عبد المطلب ہم تمھاری طرف خیر دنیا وآخرت کو لائے
ہین اور خدا نے حکم دیا ہے کہ تم سبکو اوسکی طرف دعوت کرین تو تمسے کون ہماری وزارت
کرتا ہے اس امر مین اس شرط پر کہ وہ ہمارا بھائی ۔ اور وصی وخلیفہ
ہو تملوگون مین تو سب نے اوس سے انکار کیا اور ہمنے (جناب امیر) کہا اے نبی
خدا ہم آپکی وزارت قبول کرتے ہین اس امر پر تو حضرت نے فرمایا کہ یہ میرا بھائی
وصی خلیفہ ہے تملوگون مین اسکی بات سنو اور اسکی اطاعت کرو

نمبر دوم مسند امام احمد بن حنبل میں ہے صـ ۱۱۱ جلد اول مطبوعہ مصر

حدثنا عبد اللہ ثنا ابی اسود بن عامر ثنا شریک عن الاعمش عن المنھال عن عباد بن عبد اللہ الاسدی عن علی قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وانذر عشیرتک الاقربین قال جمع النبی من اھلبیتہ فاجتمع ثلاثون فاکلوا وشربوا قال فقال لھم من یضمن عنی دینی ومواعیدی ویکون معی فی الجنۃ ویکون خلیفتی فی اھلی فقال رجل لم یسمہ شریک یا رسول اللہ انت کنت بحرا من یقوم بھذا ثم قال الآخر قال فعرض ذلک علی اھلبیتہ فقال علی اھلبیتہ فقال علیؑ انا ـ

خلاصہ مطلب تو یہی ہے کہ حضرت نے بعد نزول آیہ وانذر عشیرتک الاقربین سبکو جمع کیا اور دعوت کے بعد اون سے طالب نصرت ہوئے اس شرط پر کہ وہ حضرت کا خلیفہ ہو مگر بجز جناب امیرؑ کسی نے قبول نہ کیا جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ جس روز حضرتؐ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا اُسی روز جناب امیرؑ کو خلیفہ بھی کیا ـ

اس حدیث مین اگرچہ لفظ وصی نہین ہے مگر لفظ خلیفہ تو ہے بس جناب امیرؑ کا خلیفہ بلا فصل ہونا تو بدیہی طور پر ثابت ہے اور بروایت کنز العمال بروایت احمد بن حنبل وصی ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ صـ ۲۵ سے مذکور ہوا ـ

نمبر سوم یہ روایت خود خصائص امام نسائی مین ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین لکھتے ہیں صـ ۲۴۲ مقصد دوم

واز انجملہ آنکہ پیش از ہجرت با دعا لہ المنتظر الخلافۃ کہ یکے از لوازم خلافت خاصہ است بجا آوردند اخرج النسائی فی الخصائص عن ربیعہ بن ناجیہ ان رجلا قال لعلی بن ابیطالبؑ یا امیر المومنین لم ورثت ابن عمک دون عمک قال جمع رسول اللہ او قال دعا رسول اللہ بنی عبد المطلب فصنع لھم مدا من طعام قال فاکلوا حتی شبعوا وبقی الطعام کما ھو کان لم یمس ثم دعا بغمر فشربوا حتی رووا وبقی الشراب کان لم یمس ولم یشرب فقال یا بنی عبد المطلب انی بعثت الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ وقد رایتم من ھذہ الآیۃ ما قد رایتم

وايكم يبايعني على ان يكون اخي وصاحبي ووارثي فلم يقم اليه احد فقمت اليه وكنت اصغر القوم قال اجلس ثم قال ثلث مرات كل ذلك اقوم فيقول اجلس حتى كان في الثالثة ضرب بيده على يدي ثم قال فبذلك ورثت ابن عمي دون عمي

امام نسائی نے خصائص میں ربیعہ بن ناجیہ سے روایت کی کہ کسی نے جناب امیر سے پوچھا کہ آپ ہی کیوں وارث رسول ہوئے نہ چچا کے تو حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ نے خاندان عبد المطلب کو بلا کر دعوت دی ایک مد طعام اور ایک پیالہ پانی سے سبکو سیر کر دیا اور کھانا پانی ویسا ہی بچ رہا تو فرمایا اے بنی عبد المطلب ہم تمہاری طرف خاص مبعوث ہوئے ہیں اور لوگوں کی طرف عامۃ تو کون تم سے ہماری بیعت کرتا ہے اس شرط پر کہ وہ ہمارا اخی صاحب وارث ہو تو کوئی نہ کھڑا ہوا ہم ہی بہار کھڑے ہوئے حالانکہ سب سے چھوٹے تھے حضرت نے تین مرتبہ اس کلام کا اعادہ کیا مگر تمہارے کوئی نہ کھڑا ہوا ہم ہی ہر بار کھڑے ہوتے تو حضرت نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر مارا فرماتے ہیں اس وجہ سے ہم اپنے ابن عم کے وارث ہوئے نہ ہمارے عم۔

نمبر چہارم اس حدیث کو امام طبری نے اپنی تفسیر میں بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۷۱ جلد ۱۹ مطبوعہ مصر ۔

مگر انہیں کمال یہ کیا ہے کہ بجائے ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم کے عوض ان یکون اخی وکذا وکذا بنا دیا مگر اس سے بجز اسکے کہ ان کی مطلب کی ایمانداری ظاہر ہوئی اور کیا نتیجہ نکلا کیونکہ انہیں امام طبری کی تاریخ یورپ میں چھپ چکی ہے اسمیں یہی روایت ہے اور الفاظ اخی ووصی وخلیفتی موجود ہیں جیسا کہ مذکور ہوگا ۔

نمبر پنجم اس حدیث کو علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲ تفسیر سورہ شعرا مطبوعہ بمبئی

جسمیں صریح یہ الفاظ ہیں علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم اور اسکے بعد ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا موجود ہے جس سے البیان مطبع مصر کی تحریف واضح ہو گئی ۔

نمبر ششم یہی حدیث بجنسہ تفسیر خازن مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹۰ جلد ۳ مطبوعہ مصر

ثم قال ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم۔

نمبر ہفتم یہی حدیث بجنسہ تاریخ طبری مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۷ جلد ۲ مطبوعہ مصر

چونکہ یہ نسخہ مطبوعہ مصر اوس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے جو ملک جرمن مین چھپا تھا لہذا ہر تصرف سے

یہ روایت محفوظ رہی۔

نمبر ہشتم یہی روایت بجنسہ تاریخ کامل مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲ جلد ۲ مطبوعہ مصر

نمبر نہم یہی روایت بجنسہ تاریخ ابو الفدا مین بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۶ جلد اول مطبوعہ

علامہ ابو الفدا بادشاہ حماۃ تھے المتوفی ۷۳۲ھ

نمبر دہم یہی روایت سیرۃ حلبیہ صفحہ ۳۸۱ جلد اول مین بھی موجود ہے مطبوعہ مصر

بلکہ اوس کے ساتھ یہ زیادتی بھی ہے فانت اخی ووزیری ووصی ووارثی وخلیفتی

من بعدی

نمبر ۱۱ تفسیر ثعلبی۔

نمبر ۱۲۔ تفسیر ابن ابی حاتم مین بھی یہ روایت موجود ہے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے

منہاج السنۃ مین لکھا ہے صفحہ ۸۰ جلد ۴

نمبر ۱۳ مختارہ ضیاء مقدسی مین بھی یہ حدیث موجود ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا

ہمنے محض تسکین خاطر کیلئے صرف بارہ روایتون کو اوٹھا کے لکھا ہے کہ ناظرین کو معلوم

ہو یہ حدیث کیسی معتمد ہے کہ بڑے بڑے علماے اہلسنت نے اس حدیث شریف سے

اپنی کتاب کو زینت دی ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی حدیث غیر صحیح ہو۔

مولوی عبد الرزاق صاحب عارف جلپوری لکھتے ہین۔ "واضح ہو اس وصایت

کے لئے قطعی دلیل ہونی چاہئے کیونکہ یہ مسئلہ اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے"۔

جسپر پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ وصایت کو بمعنی خلافت تسلیم کرتے ہین۔ تو جن لوگون کو آپنے

خلیفہ مانا ہے کیا کبھی اونکے لئے بھی کسی دلیل قطعی کو پیش کیا ہے۔ یا یہ سب وصایت وخلافت قطعی

جناب امیر ہی کیلئے لازم ہے۔

آپکے علامہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین فمذهب اهل السنة وعامة
المعتزلة انه يجب على الخلق سمعاً لقوله صلی اللہ علیہ وسلم على ما اخرجه مسلم من حديث
ابن عمر بلفظ من مات بغير امام مات ميتة جاهلية ولان الصحابة
جعلوا اهم المهمات نصب الامام حتى قدموه على دفنه صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱
یعنی مذہب اہلسنت وعامہ معتزلہ یہ ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خلق پر واجب ہے بدلیل سمعی
کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے جو شخص مرے بغیر امام کے وہ جاہلیت کی موت مریگا۔ اور اسلئے
کہ صحابہ نے نصب امام کو اہم مہمات قرار دیا ہے یہانتک کہ مقدم کیا اسکو دفن رسول اللہ
توجب مذہب اہلسنت یہی ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خلق کا کام ہے قول خدا و رسول کو اسمین
کوئی دخل نہین توپھر دلیل قطعی سے آپکو کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اگر آپکا یہ مذہب ہوتا کہ ہم حکم خدا
ورسول کو مانتے ہین تب آپ قرآن وحدیث کی بات سوال کرتے مگر ملا علی قاری نے
تو بتادیا کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ یہ کام خلق اللہ کا ہے جسکو وہ چاہے خلیفہ بنالے پھر
آیات واحادیث سے کیا تعلق رہا اور اوسکا نتیجہ بھی دیکھ لیا کہ جناب امیر اور حسنین خلیفہ
مانے گئے اور معویہ و یزید وغیرہ مانے گئے کیونکہ خلق اونھین کو امام مانا جو عین مطابق
مذہب اہلسنت ہے۔

آپ قرآن کو دلیل قطعی مانتے ہین تو کہئے آیہ انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا
الذين يقيمون الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة وهم راكعون پ ۶ رکوع ۱۲ سورہ مائدہ
کی بھی تلاوت کی ہے جسمین خداوند عالم فرماتا ہے اے مومنو تمہارا ولی تو خدا اور رسول ہے
اور وہ مومن لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہین اور حالت رکوع مین زکوۃ دیتے ہین جسکو سب
جانتے ہین کہ جناب امیر کی امامت وخلافت کے بارے مین یہ آیہ نازل ہوا۔
احادیث متواترہ تو صدہا ہین جنمین من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سب متواتر مانتے ہین
مگر آپنے کب اوسکو مانا جو ہم لکھین۔

بہرحال یہان بحث وصایت کی ہے اور آپ فرماتے ہین اگر کوئی حدیث صحیح ہو اور گو
احادیث سے ہو وہ حجت بھی ہمان سینے کو تیار ہین لیکن سند غیر معتبر یا ناقابل اعتبار سے

کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔

لہذا ہم اس حدیث کی صحت بھی حسب تصریحات علمائے اہلسنت ثابت کر چکے ہیں اور واضح ہے کہ آپ کہا تھا اور کے مان لینے کو تیار ہیں، کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث نے بھی اسپر آمادگی ظاہر کی تھی۔ مگر اپنے قول پر ثابت قدم نہ رہے ملاحظہ ہو اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۲۳ھ جس میں لکھتے ہیں۔

"ہمارے اہلسنت خصوصاً اہلحدیثون کے ان مسائل حیثیہ کے جو دلائل ثبتہ ہیں ان میں تاریخ طبری کی روایات نہیں آسکتیں سلئے اور پھر گوش دل سے سنئے تاریخ طبری ہو یا ابن خلدون۔ کامل ہو یا خمیس واقعات تاریخیہ میں تو سند ہو سکتی ہیں مسائل شرعیہ میں نہیں ہو سکتیں کیا آپکو معلوم نہیں کہ جبتک کوئی روایت صحیح متصل اسناد سے نہ ہو ہمارے ہان حجت نہیں۔ اسلئے منقطع اور مرسل روایات کو ہم حجت شرعی نہیں جانتے پس آپکی پیش کردہ روایات بوجہ ہونے سند صحیح متصل کے بیچوے نارزونا و تیکہ آپ اسکے لئے سند صحیح نہ ثابت کریں پھر ہم سے جواب لیں۔

اڈیٹر صاحب فرمایئے ہمنے کوئی بات غلط کہی کیا آپ اسی طرح باقاعدہ جواب دینگے آپکو اطلاع رہے کہ اب جناب امیر علی مرتضی کی خلافت منصوصہ ثابت کرونگا اور کی تو نہیں کہتا ہوں مگر مین تو ضرور بیان لونگا مگر یاد رہے و دونہ خرط القتاد"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس طرح مولوی عبد الرزاق صاحب نے یہان دعوی کیا ہے کہ "ہم مان لینے کو تیار ہیں" اوسی طرح ۱۳۲۳ھ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی وعدہ کیا تھا مگر جب صحت سند ثابت کی گئی تو ایسا سکوت کیا کہ پھر کوئی ہی نہ لی۔

تعریف حدیث صحیح۔ یہان پہلے تعریف صحیح مناسب ہے کہ حدیث صحیح کسکو کہتے ہیں جیسا کہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی الامانی میں لکھتے ہیں قد اختلف عبارتہم فی تعریف الحدیث الصحیح یعنی

کہ حدیث صحیح کی تعریف میں عبارت علماء کی مختلف ہیں جب تو ابتدا میں تعریف حدیث صحیح کیونکر ممکن ہے کیونکہ ہم جس تعریف کو لکھینگے آپ اوسکے خلاف بحر... ... لکھ دینگے

بیان ہے

احسن التعاریف ما اورده ابن حجر فی النخبة خبر الآحاد بنقل عدل تام

الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ هو الصحیح لذاته ص ۵

کہ بہترین تعریف وہ ہے جسے ابن حجر نے اپنے نخبہ مین لکھا ہے کہ جو خبر احاد بنقل عدل

تام الضبط متصل السند وارد ہو اور معلل وشاذ نہو وہ صحیح لذاتہ ہے۔

لہذا ہم بھی اسکو تسلیم کر لیتے ہین کہ راویان عدل کے ذریعہ باتصال سند جو روایت ہے

وہی صحیح ہے۔

مراتب صحت مین بھی اختلاف ہے الخ گویا رسالہ جمہوریہ ہے واعلی اقسام الحدیث

الصحیح ما اتفقا علیه ثم انفرد به البخاری ثم ما انفرد به مسلم ثم ما کان

علی شرطهما وان لم یخرجاه ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم

ثم ما صححه غیرهما من الائمة ص ۵

کہ اعلی اقسام حدیث یون ہے جسپر بخاری ومسلم کا اتفاق ہو پھر جو صرف بخاری کی روایت

ہو جو روایت مسلم سے ہو۔ جو دونون کی شرط پر ہو اگرچہ دونون نے تخریج نہ کی ہو پھر

شرط بخاری پر ہو۔ شرط مسلم پر ہو پھر جسکو دوسرے ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہو۔

پس جو حدیث کہ صحیح بخاری ومسلم مین نہو اوس کی صحت یون ہی ثابت کیجائیگی کہ ائمہ

حدیث کے اقوال دکھلائے جائینگے اونھون نے صحیح کہا ہے۔ پس ہمارا فرض یہان اسقدر

ہے کہ اس حدیث شریف کی صحت کا ثبوت اقوال علمائے اہل سنت سے پیش کردین۔

مقدمہ ابن الصلاح مین ہے الرابعة لم یستوعبا الصحیح فی صحیحیهما ولا

التزما ذلک ص ۸

یعنی بخاری ومسلم نے اسکا ارادہ نہین کیا کہ جتنی حدیثین صحیح ہین سبکو جمع کرین نہ اسکا التزام

کیا جس سے معلوم ہوا علاوہ صحیحین صدہا ہزارہا روایتین صحیح ہین جن کی صحت علماء کی تصریح

سے ثابت ہوجاتی ہے

اب دیکھنا ... حدیث سے ہمارا استدلال ہے اوس کی صحت پر علماء کے

اہلسنت نے نص کیا ہے یا نہین کہ تقریب تمام ہو۔

پہلی روایت ہمنے کتاب کنز العمال ملا علی متقی کی نقل کی ہے جسکی غرض یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح اون احادیث صحیحہ سے ہے جسکو علماے اہلسنت نے اون کتابون مین داخل کیا ہے جنکی غرض یہ ہے کہ اس سے احکام شرعیہ مین استدلال کیا جاے۔

اسکے مصنف ملا علی متقی ہین جنکے حالات کو مولوی صدیق حسن خان صاحب نے ابجد العلوم مین بکمال شرح دبسط لکھا ہے ملاحظہ ہو صہ ۸۹۵

مگر چونکہ وہ صرف ناقل حدیث ہین کہ مسند احمد بن حنبل وکتب اہلسنت سے نقل کیا ہے لہذا بخوف طول وہ عبارت نہین لکھی جاتی

دوسری روایت مسند امام احمد بن حنبل کی ہے۔ یہ کتاب مسند احمد بن حنبل اس وقت کی تصنیف ہے کہ جبتک نہ صحیح بخاری تصنیف ہوئی تھی نہ صحیح مسلم کیونکہ یہ سب اون کے شاگرد بلکہ شاگرد در شاگرد ہین۔

علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ ۱۹۹ لغایت صہ ۲۰۲ مین اس تفصیل سے انکے حالات لکھے ہین کہ بخوف طوالت نہ ہم پوری عبارت لکھ سکتے ہین نہ اوسکا ترجمہ صرف ایک فقرہ اوسکا لکھتے ہین۔

قال ابو موسیٰ ومن الدلیل علی ان ما اودعہ الامام فی مسندہ قد احتاط فیہ اسنادا ومتنا لم یورد فیہ الا ما صح سندہ صہ ۲۰۲

یعنی امام ابو موسیٰ لکھتے ہین کہ منجملہ دلائل کے جس سے امام احمد نے اسناد و متن مسند مین احتیاط کیا ہے اور نہین وارد کیا مگر اسی حدیث کو جسکی سند صحیح ہے کہ ایک حدیث کو اونھون نے مرنے وقت کٹوا دیا۔

تو کیا اسپر بھی مولوی صاحب کو اس حدیث رسول کی صحت سند مین عذر ہو سکتا ہے کیونکہ امام سبکی اس مین تصریح کرتے ہین۔

(۱) کسی ایک اصل یعنی اصول سے اس امت کے (۲) یہ اصل کبیر ہے (۳) مرجع وثیق ہے۔

(۴) ... [illegible] ... منتخب کی گئی ہین (۵) گویا جو حدیثین انتخاب کر کے لکھی

جاوین اون مین کوئی حدیث بیکار ہوسکتی ہے ۔

(۵) یہ مسند امام قرار دی گئی ہے (۶) یہ کتاب معتمد ہے (۷) اصل ہے (۸) مستند ہے (۹) امام احمد نے کہا اسکو سات لاکھ سے زیادہ حدیثون سے منتخب کیا ہے (۱۰) امام احمد نے کہا جس چیز مین لوگ اختلاف کرین وہ اس کتاب کی رجوع کرین ۔

تو کیا اڈیٹر صاحب اس مسئلہ خلافت مین اس مسند کی حدیث شریف کو نہ مانینگے ۔ (۱۱) امام احمد نے کہا اگر اسمین وہ حدیث نہو تو حجت نہین ہے تو کیا اس کتاب کے حجت ہونے مین شک کرسکتے ہین (۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ تمام روایات مسند حجت ہین (۱۳) کہا امام احمد نے مسند اسکو امام بنایا ہے (۱۴) جب کسی حدیث رسول مین اختلاف ہو تو اسکی طرف رجوع کرو (۱۵) اسمین اونہین لوگون سے روایت لی گئی ہے جسکا صدق اور اوسکی دیانت ثابت ہو ایسے شخص سے جسمین کوئی طعن ہو (۱۶) سند اور متن مین پوری احتیاط کی گئی ہے (۱۷) اوسی حدیث کو رد کیا ہے جسکی سند صحیح نہین ہے تو کیا اسکے بعد بھی مولوی صاحب اس حدیث کی صحت پر ایمان نہ لائینگے جو مسند ایسی کتاب مین ہے ۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ رسالہ انصاف مین فرماتے ہین ۔ وجعل ای احمد مسندہ میزانا یعرف بہ حدیث رسول اللہ صلعم فما وجد فیہ ولو بطریق واحد من طرقہ فلہ اصل ومالا فلا اصل لہ صہ

یعنی امام احمد نے اسکو میزان بنایا ہے جس سے حدیث رسول اللہ صلعم پہچانی جاتی ہے تو جو حدیث ایک طریق سے بھی اس مین ہے اوسکی اصل ہے اور جو نہین ہے اوسکی اصل نہین ۔

حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین صفحہ جلد اول مطبوعہ مصر

الطبقۃ الثانیۃ کتب لم تبلغ مبلغ الموطاء والصحیحین ولکنہا یتلوہا کان مصنفوہا معروفین بالوثوق والعدالۃ والحفظ والتبحر فی فنون الحدیث لم یرضوا فی کتبہم ہذہ بالتساہل فیما اشترطوا علی انفسہم فتلقاہا من بعدہم بالقبول و اعتنی بہا المحدثون والفقہاء طبقۃ بعد طبقۃ واشتہرت فیما بین الناس

الاحادیث بناء عامة العلوم کسنن ابوداؤد وجامع الترمذی ومجتبی النسائی وهذا لکتاب مع الطبقة الاولی اعتنی باحادیثها رزین فی تجرید الصحاح وابن الاثیر فی جامع الاصول وکاد مسند احمد یکون من جملة هذه الطبقة فان الامام احمد جعله اصلا یعرف به الصحیح والسقیم قال ما لیس فیه فلا تقبلوه۔

یعنی دوسرے طبقہ کی وہ کتابین ہین جو موطا و صحیحین کے درجہ تک تو نہین پہونچین مگر انکے بعد انہین کا درجہ ہے جسکے مولف مشہور تھے بوثوق وعدالت وتبحر علوم حدیث مین نہ راضی ہوئے کہ تساہل کرین اپنے شروط مین جسکو تمامی محدثین وفقہائے طبقہ بعد طبقہ قبول کیا اور انکی سند مقبول ہوئین کہ قوم نے اونکی شرحین کین رجال سے بحث کی فقہائے استنباط فقہ کیا اور انہین احادیث پر تمام علوم کی بنا ہے۔ مثل سنن ابوداود وجامع ترمذی ومجتبی نسائی۔ ان سب کتابون کی احادیث کو رزین نے تجرید صحاح مین اور ابن الاثیر نے جامع الاصول مین جمع کیا ہے اور قریب ہے کہ مسند احمد بھی اسی طبقہ سے ہو۔ کیونکہ امام احمد نے اوسکو اصل قرار دیا ہے معرفت صحیح وسقیم کیلئے اور کہا کہ جو حدیث اس مین نہو اوسکو نہ قبول کرو۔ شاہ عبد العزیز صاحب عجالۂ نافعہ مین لکھتے مین صـ٦

حضرت والد قدس اللہ سرہ میفرمایند کہ مسند امام احمد نزد فقیر از طبقہ ثانیہ است ودے اصل است در معرفت صحیح وسقیم بوے شناختہ میشود حدیثے کہ آنرا اصل است از آنکہ اورا اصل نیست

تو اب کسی کی نہین بلکہ اہلحدیث کی مجال ہے جو اس حدیث شریف کی صحت سند سے انکار کرے کیونکہ یہ حدیث صرف خصائص نسائی مین نہین ہے جو صحاح ستہ مین داخل ہے بلکہ مسند امام احمد مین بھی ہے جو ہمسر صحاح ستہ ہے اور اس درجہ کی مستند ہے کہ وہ اسکی شناخت قرار دی گئی ہے صحیح وسقیم کیلئے۔

مگر صرف عداوت جناب امیر اور محبت خلفائے ثلثہ نہین قبول کی جاتی۔ حالانکہ باتفاق اہلسنت ثابت ہے کہ خلافت خلفا از نص نہین تھا اور بقول اوس اہلحدیث ثابت ہے کہ خلیفہ

ہے اسکے کل ہی صحیح ہیں۔

علامہ زین الدین عبد الرحمن بن احمد دمشقی معروف بابن رجب المتوفی ۷۹۵ھ طبقات حنابلہ میں بذیل
ذکر عبد المغیث بن زہیر الحربی لکھتے ہیں۔

وصنف عبد المغیث الانتصار لمسند احمد اظنه ذکر فیه ان احادیث
المسند کلها صحیحة وقد صنف فی ذلک قبله ابو موسی وبذلک افتی
ابو العلاء الهمدانی انتهی طبقات

یعنی عبد المغیث نے انتصار مسند احمد تصنیف کیا جس میں کہا کہ کل احادیث مسند صحیح ہیں اور
انکے قبل ابو موسی نے بھی اس بارہ میں تصنیف کیا اور اسی کا فتوی ابو العلا ہمدانی نے
بہر کیف درجہ ضعیف ہے کہ جس کتاب کی کل حدیثیں صحیح ہوں اوسکی حدیث صرف مخالفت
مذاہب اربعہ میں قبول نہ کی جائے۔

تیسری روایت خصائص امام نسائی کی ہے۔ اور خصائص نسائی جزو صحیح نسائی
ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب صفحہ ۶ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

وعدد ذکر المؤلف یعنی المزی الرقوم فقال للستة ع وللاربعة عه وللبخاری خ
ولمسلم م ولابی داؤد د وللترمذی ت وللنسائی ص ولابن ماجه ق و
للبخاری فی التعالیق خت وفی الادب المفرد بخ وفی جزء رفع الیدین ی وفی
خلق افعال العباد عخ وفی جزء القراءة خلف الامام ر ولمسلم فی مقدمة کتابه
مق ولابی داؤد فی المراسیل مد وفی القدر قد وفی الناسخ والمنسوخ خد و
فی کتاب التفرد ف وفی فضائل الانصار صا وفی المسائل ل وفی مسند
مالک کد وللترمذی فی الشمائل تم وللنسائی فی الیوم واللیلة سی وفی
مسند مالک کن وفی خصائص علی ص وفی مسند علی عس ولابن ماجه فی التفسیر
فق هذا الذی ذکره المؤلف من توالیفهم وذکر انه ترک تصانیفهم فی التواریخ
عمداً لان الاحادیث التی تورد فیها غیر مقصودة بالاحتجاج وبقی علیه من
تصانیفهم التی علی الابواب [illegible]

باهب لشماع لمسلم وكتاب الزهد ودلائل النبوة والرد على اهل القدر وبدء الوحي واخبار الخوارج من تصانيف ابي داؤد وكانه لم يقف عليها والله الموفق وافرد عمل يوم وليلة للنسائي عن السنن وهو من جملة كتاب السنن في رواية ابن الاحمر وابن السيار وكذلك افرد خصائص علي وهو من جملة المناقب في رواية ابن السيار ولم يفرد التفسير وهو في رواية حمزة وحده ولا كتاب الملائكة والاستعاذة والطب وغير ذلك وقد تفرد بذلك راو دون راو فما تبين لي وجه افراده للخصائص وعمل اليوم والليلة۔

یعنی مصنف تہذیب مزی نے کتابوں کیلئے ایک نشان مقرر کیا ہے صحاح ستہ کیلئے ع کتب اربعہ ٤ بخاری خ مسلم م۔ ابی داؤد۔ د۔ ترمذی۔ ت۔ نسائی۔ س۔ ابن ماجہ ق پھر سب کی ایک ایک علامت لکھکر کہتے ہیں کہ انھیں کتابوں سے مصنف نے حدیثیں لی ہیں اور ان لوگوں کی ان تصانیف کو چھوڑ دیا ہے جو تواریخ میں ہے کیونکہ جو حدیثیں ان میں وارد کی جاتی ہیں وہ احتجاج واستدلال میں مقصود نہیں ہوتیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ مصنف (مزی) نے نسائی کی کتاب عمل یوم ولیلہ کو علیحدہ کیا حالانکہ بروایت ابن احمر وابن سیار وہ بھی کتاب السنن سے ہے۔ اسی طرح خصائص جلیلہ اثر کو علیحدہ کیا حالانکہ وہ منجملہ مناقب کے ہے اور تفسیر کو علیحدہ لکھا نہ کتاب الملائکہ کو نہ کتاب الاستعاذہ اور طب جنکے ساتھ ایک ایک راوی متفرد ہوا نسائی سے۔ تو ہمکو اسکی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ کتاب الخصائص اور عمل الیوم واللیلہ کو کیوں علیحدہ کیا بصنعہ جلدا

اس عبارت نے آپکو اچھی طرح بتایا کہ خصائص نسائی بھی درحقیقت سنن نسائی کا ایک حصہ ہے نہ کہ علیحدہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس سے احتجاج واستدلال کیا جائے کیونکہ جو کتابیں ایسی ہیں کہ انکی روایتوں سے احتجاج مقصود ہے انکو مزی نے علیحدہ کر دیا ہے۔ پس احادیث خصائص نسائی کا ... احادیث کا خصوصاً قابل احتجاج ہونا بہی طور پر ثابت ہوا۔

اس تحریر سے اڈیٹر صاحب اہلحدیث کی وہ آرزو بھی پوری ہوگئی جو فرمایا تھا "ہمارے اہلسنت خصوصاً اہلحدیثوں کے یہاں مسائل شرعیہ کے جو دلائل معتبر ہیں ان میں تاریخ طبری کی روایات نہیں آسکتی۔ سنئے اور پھر سنئے اور گوش دل سے سنئے تاریخ طبری ہو یا ابن خلدون کامل ہو یا خمیس واقعات تاریخیہ میں تو سند ہو سکتے ہیں۔ مسائل شرعیہ میں نہیں ہو سکتے۔ کیا آپکو معلوم نہیں کہ جبتک کوئی روایت صحیح متصل اسناد سے نہ آوے ہمارے ہاں حجت نہیں"۔

کیونکہ اس تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ روایت خصائص نسائی کی ہے جو جزو کتاب سنن نسائی رہے اور وہ اسی طرح قابل احتجاج ہے جس طرح سنن نسائی قابل احتجاج ہو۔

کیا اڈیٹر صاحب سنن نسائی کو بھی قابل احتجاج نہ جانینگے جو صحاح ستہ میں داخل ہو؟ خصائص نسائی کا قابل احتجاج و استدلال ہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ امام نسائی نے اسی غرض سے اسکو تالیف کیا کہ احتجاج کر سکیں اور لوگ ہدایت پائیں چنانچہ تہذیب التہذیب عسقلانی میں ہے۔ صفحہ ۳۷ جلد ۱

قال ابن عدی سمعت منصور الفقیه واحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی یقولان ابو عبد الرحمن امام من ائمة المسلمین وقال محمد بن سعید البادردی ذکرت النسائی لقاسم بن مطرز فقال هو امام او یستحق ان یکون اماماً وقال ابو علی النیسابوری [illegible] من ائمة المسلمین [illegible] القول فی نفسه وقال فی موضع انا الامام فی الحدیث بلا مدافعة وقال فی موضع آخر رأیت من ائمة الحدیث اربعة فی وطنی واسفاری اثنان بنیسابور محمد بن اسحاق وابراہیم بن ابی طالب والنسائی بمصر وعبدان بالاهواز وقال مامون المصری خرجنا الی طرطوس واجتمع من الحفاظ عبد الله بن احمد ومربع وابو الآذان وکیلجه وغیرهم فکتبوا کلهم بانتخاب النسائی وقال ابو الحسین بن المظفر سمعت مشائخنا بمصر یعترفون لابی عبد الرحمن النسائی بالتقدم والامامة ویصفون من اجتهاده فی العبادة باللیل والنهار ومواظبته علی الحج والجهاد

واقامة السنن المأثورة واحترازه عن مجالس السلطان وان ذلک لم يزل
الى ان استشهد وقال الحاكم سمعت على بن عمر الحافظ غير مرة يقول النسائى
افقه مشائخ مصر فى عصره واعرفهم بالصحيح والسقيم واعلمهم بالرجال فلما
بلغ هذا المبلغ حسدوه فخرج الى الرملة فسئل عن فضائل معوية فامسك
عنه فضربوه فى الجامع فقال اخرجونى الى مكة فاخرجوه وهو عليل وتوفى مقتولا
شهيدا فقال ابوبكر المامونى سالت عن تصنيف كتاب الخصائص فقال دخلت
دمشق والمنحرف بها عن على كثير فصنفت كتاب الخصائص رجاء ان يهديهم
الله ثم صنف بعد ذلک كتاب فضائل الصحابة وقرءها على الناس . و
قيل له وانا حاضر الا تخرج فضائل معوية فقال اى شئ اخرج اللهم
لا تشبع بطنه وسكت السائل ٭ توفى سنة ۳۰۳ عمره ۸۶ - ۲۹

يعنى ابوعلى نيشاپورى كہتے ہين كہ نسائى ائمہ مسلمين سے تھے . پھر كہا نسائى امام حديث بلا مدافع
دوسرے مقام پر كہا ہمنے چار آدميون كو ائمہ حديث سے ديكھا ہے . محمد بن اسحٰق - ابراہيم بن ابيطالب
نسائى مصر مين . عبدان اہواز مين . مامون مصرى كہتے ہين كہ حفاظ حديث سے عبد اللہ بن
احمد مربع - ابوالاذان كيلجہ وغيرہ جمع ہوے سب نے لكھا ہے انتخاب نسائى - ابوالحسن بن
مظفر كہتے ہين ہمارے مشائخ مصر سب قائل تھے امامت و تقدم نسائى كے اور اون كى
عبادت و حج و جہاد كى صفت كرتے تھے اور يہ كہ سنن ماثورہ كى اقامت كرتے اور مجالس
سلطان سے پرہيز كرتے - يہى اون كا داب تھا يہانتک كہ شہيد ہوے -

امام حاكم كہتے ہين كہ على بن عمر حافظ كو چند مرتبہ سنا كہ نسائى فقيہ ترين اپنے عصر كے مشائخ
سے اور سب سے زيادہ عارف ہين صحيح و سقيم و احوال رجال كے ساتھ جب اس درجہ پر پہونچے
تو لوگون نے حسد كيا جس سے وہ طرف رملہ كے چلے گئے اون سے فضائل معويہ كو پوچھا
تو سكوت كيا جس پر سب نے مسجد جامع مين اون كو مارا اونھون نے كہا ہمكو مكہ پہنچا دو پس
اونھون نے مقتول شہيد ہو كر وفات كى -

ابوبكر مامون نے كہا كہ ہمنے اون سے وجہ تاليف خصائص دريافت كيا تو كہا كہ جب ہم وارد

دمشق ہوئے تو وہان لوگون کو حضرت علی سے زیادہ منحرف دیکھا اس سبب سے خصائص شائع کرنے کی روایت کی۔ اسکے بعد کتاب فضائل صحابہ لکھی اور سب کے سامنے اوسکو پڑھا تو کسی نے پوچھا معاویہ کے فضائل کیون نہین لکھے۔ کہا کہ اونکی کونسی فضیلت لکھین کیا اللھم لا اشبع بطنہ کہ خدا ونکا پیٹ نہ بھرے اسکے بعد وہ چپ ہو رہے اور رسالہ بھی چھپ گیا ہے سنہ وفات سنہ ۳۰۳ھ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب خصائص بدرجہ قابل احتجاج ہے کہ نسائی نے اس سے امید کیا تھا کہ خدا اسکی بدولت ہدایت کریگا تو کیا اسکی کتاب کی کوئی روایت بھی غیر صحیح ہو سکتی ہے۔

تفضیل نسائی بر مسلم | طبقات الشافعیہ امام سبکی مین ہے۔ ابن طاہر المقدسی سألت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت قد ضعفه النسائی فقال یا بنی ان لابی عبد الرحمان شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم صفحہ ۸۴ جلد ۲

یعنی ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی زنجانی سے ایک راوی کا حال دریافت کیا تو اوس نے اوسکی توثیق کی ابن طاہر نے کہا مگر نسائی نے اوسکو ضعیف کہا ہے تو سعد نے کہا نسائی کے شرائط رجال مین زیادہ سخت ہین بہ نسبت شرائط بخاری و مسلم کے تو پھر ایسے شخص کی روایت کیونکر ضعیف ہو سکتی ہے جس کے شرائط سخت ہون بخاری و مسلم سے۔

طبقات شافعیہ ابوبکر اسدی مین ہے قال القاضی تاج الدین السبکی سألت شیخنا الذهبی ایما احفظ مسلم بن الحجاج او النسائی فقال النسائی ثم ذکرت ذالک لوالدی فوافق علیہ۔

طبقات الحفاظ سیوطی مین ہے قال الذهبی هو احفظ من مسلم بن الحجاج له من السنن الکبری والصغری وخصائص علی ومسند علی و مسند مالک وغیر ذالک مات سنہ ۳۰۳ھ

شرح مواہب لدنیہ محمد عبد الباقی زرقانی مین ہے النسائی ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب بن علی الخراسانی ثم المصری الحافظ احد ائمۃ الدنیا [illegible]

الطوافین والحفاظ المتقنین حتی قال الذهبی هو احفظ من مسلم

اور طبقات شافعیہ سبکی میں ہے صفحہ جلد ۲ اور طبقات شافعیہ ابوبکر اسدی میں ہے
کہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں ہمنے امام ذہبی سے پوچھا مسلم بن حجاج جنکی صحیح مسلم ہے وہ زیادہ
حافظ ہیں یا نسائی۔ تو ذہبی نے کہا نسائی زیادہ حافظ ہیں یہی مضمون طبقات الحفاظ سیوطی
شرح مواہب لدنیہ۔ مقالید الاسانید میں بھی ہے کہ امام نسائی زیادہ حافظ تھے بہ نسبت مسلم
کے تو اب صحت روایت مذکورہ میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ راوی اسکے امام نسائی ہیں
جو مسلم سے بھی زیادہ حافظ حدیث تھے۔

چونکہ کتاب مستطاب عبقات الانوار مجلد حدیث طیر میں خصائص نسائی کا جزو صحاح ستہ ہونا
اور امام نسائی کی جلالت قدر کا حال مفصل مرقوم ہے لہذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں
کیونکہ بفضلہ ہر طرح صحت اس حدیث شریف کی ثابت ہوئی کیونکہ یہ روایت خصائص نسائی
میں موجود ہے جو صحاح ستہ اہلسنت میں داخل ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں
لکھتے ہیں دد عنہ فی جمع مناقبہ من الاحادیث الجیاد النسائی فی کتاب الخصائص
کہ جناب امیرؑ کے مناقب کو نسائی نے کتاب خصائص میں جید حدیثوں سے جمع کیا ہے۔

ان حالات سے آپکو یہ معلوم ہوگا کہ روایت نسائی میں جو تغیر ہوا یعنی بجائے کلیفی کے دانی
وصاحبی لکھا گیا تو کس وجہ سے۔ کیونکہ جب محض روایت نہ کرنے سے فضائل معاویہ نسائی شہید
کردئے گئے تو اگر یہ لفظ رہتا تو معلوم کیا حالت ہوتی۔ کیونکہ تفسیر و تاریخ طبری کا حال پہلے آپ
ملاحظہ کر چکے ہیں کہ تاریخ طبری چونکہ یمن ملک جرمن میں چھپی ہے اسلئے اوسکے الفاظ بجنسہ
قائم رہے مگر تفسیر طبری سے وہی الفاظ نکال دئے گئے جو مصر میں طبع ہوئی۔ تو اگر خود نسائی نے
ایسا کیا ہے تو از راہ تقیہ اور اگر یہ تحریف دوسروں کی ہے تو یقینی تحریف ہے۔

تضعیف بخاری | امام نسائی کا درجہ صرف مسلم ہی سے نہیں بڑھا ہوا ہے بلکہ غور کرو تو بخاری سے
بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ علامہ سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں۔ قال ابن طاہر شرط البخاری ومسلم
ان یخرجا الحدیث المجمع علی ثقۃ رجالہ الی الصحابی المشہور قال العراقی ولیس
ما قالہ جیدا لان النسائی ضعف جماعۃ اخرج لھم الشیخان او احدھما صفحہ ۳

کہ ابن طاہر نے کہا شرط بخاری و مسلم یہ ہے کہ ایسی حدیثین روایت کرین جنکے رجال کے ثقہ ہونے پر اصحابہ کا اجماع ہو۔ کہا عراقی نے یہ ٹھیک نہین ہے کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویون کو ضعیف کر دیا جنسے بخاری و مسلم نے روایت کیا یا صرف بخاری یا صرف مسلم نے روایت کی ہے جب خود امام نسائی کا یہ درجہ ہے کہ امام مسلم سے بڑھکر وہ حافظ ہین راویان صحیح بخاری و مسلم کو انھون نے ضعیف کر دیا۔ تو پھر روایات خصائص نسائی کے صحیح السند ہونے مین کسی کو تامل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسکی تصنیف ہی محض بغرض ہدایت خوارج و نواصب اہل شام ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ ہدایت صرف احادیث صحیحہ سے ہو سکتی ہے نہ احادیث وضعیہ و موضوعہ سے کہ وہ تو اور بھی گمراہ کرنیوالی حدیثین ہین

شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین مین لکھتے ہین۔ صــ۱۱۱

و سبب موت او آنست کہ چون از تصنیف مناقب مرتضوی رضی اللہ عنہ فارغ شد خواست کہ آن کتاب را در جامع دمشق بر ملا بیان کند تا مردم آنجا کہ بسبب طول سلطنت بنی امیہ میلے بمذہب نواصب پیدا کردہ بودند مہتدی شوند قدرے ازان کتاب مذکور کردہ بود کہ سائلی گفت کہ در مناقب امیر المومنین معاویہ نیز چیزے نوشتہ نسائی گفت کہ معاویہ را ہمین بس است کہ سر بسر نجات یابد او را مناقب کجاست و بعضی گویند کہ این کلمہ ہم گفت کہ نزد من از مناقب او ہیچ صحیح نہ شدہ مگر حدیث لا اشبع اللہ بطنہ عوام مردم او را بتشیع تہمت کردہ لگد کردند و چند ضربہ شدید بخصیتین او کہ بسبب آن نیم جان شد خادمانش برداشتہ بخانہ آوردہ اند او گفت مرا ہمین وقت روانہ مکہ معظمہ کنید کہ در مکہ بمیرم یا در راہ مکہ گویند کہ بعد از رسیدن بمکہ وفات و در میان صفا و مروہ مدفون شد وفات او روز شنبہ سیزدہم صفر سال سہ صد و سہ بودہ است صــ۱۱۱

اس سے بھی صحت خصائص نسائی مثل آفتاب تابان نمایان ہے کہ اگر ایک روایت بھی اسمین ضعیف ہوتی تو خوارج و نواصب یا اہلسنت اوسکی رد کرتے اوسکی موضوعیت اور ضعف کو ثابت کرتے نہ کہ اس بے دردی سے شہید کرتے جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ خصائص نسائی ایسی صحیح تھی کہ اسکا جواب بجز قتل کچھ نہ تھا۔ وہ بھی اسطرح کہ خود اپنے ہاتھون سے قتل

ہوتی۔ اور کسی طرح اون کو دسترس نہ ملتا۔ والحمد للہ علی وضوح الحق۔

رہا تیسرا مقدمہ کہ نسائی صحاح ستہ مین داخل ہے تو عجالۂ نافعہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی مین ہے سوم طبقۂ ثانیہ احادیثے کہ درین ہر سہ صفت بدرجۂ احادیث صحیحین نرسیدہ اند لیکن قریب صحیح اند درین صفات وآن حدیث جامع ترمذی وسنن ابوداود وسنن نسائی است کہ مصنفان این کتب مشہور ومعروف اند بوثوق وعدالت وحفظ وضبط وتبحر در فنون حدیث ودرین کتابہا بہ تساہل وتسامح راضی نشدہ اند وحال حدیث وعلت آن بقدر امکان بیان نمودہ اند وہمین ہفت کتاب را جماعۂ از علمائے اسلام شہرت یافتہ اند پس این شش کتاب صحاح ستہ نامند وابن الاثیر در جامع الاصول این شش کتاب را جمع نمودہ۔

چوتھی حدیث مختارہ ضیاء مقدسی کی ہے جیسا کہ کتاب کنز العمال سے معلوم ہوا کہ اس روایت کو ضیاء مقدسی نے بھی لکھا ہے حم وابن جریر وصححہ والطحاوی ومن مقدم اور جلد اول مین شرح رموز مین لکھتے ہین ورمزت للبخاری (خ) ولمسلم (م) ولابن حبان (حب) وللحاکم فی المستدرک (ك) وللضیاء المقدسی فی کتاب المختارة (ض) وجمیع ما فی ہذہ الکتب الخمسة صحیح فالعزو الیہا معلم بالصحة سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ ص۲

ہمنے بخاری کیلئے (خ) کو علامت قرار دیا ہے۔ اور مسلم کیلئے (م) وابن حبان کیلئے (حب) حاکم کیلئے مستدرک مین (ک) اور ضیاء مقدسی کیلئے کتاب مختارہ مین (ض) تو جو حدیث ان پانچ کتابون مین ہے وہ سب صحیح ہے جب کسی کتاب کی طرف ان کتابون سے کسی حدیث کی نسبت کیجائے تو جاننا چاہیئے وہ صحیح ہے۔ ہان مستدرک کی روایت پر جو اعتراض کیا گیا ہے تو ہم خود اوسپر تنبیہ کر دینگے پھر لکھتے ہین ما کان فی مسند احمد فہو مقبول فان الضعیف الذی فیہ یقرب من الحسن۔

اور جو روایتین مسند احمد بن حنبل مین ہین وہ سب مقبول ہین کیونکہ جو روایت اوسمین ضعیف بھی ہی وہ بھی قریب بحسن ہے کہ حکم حدیث حسن اوسپر جاری ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہان روایات مسند احمد بن حنبل مقبول ہین وہان کل روایات

مختارہ ضیاء مقدسی صحیح ہین تو الحمدللہ کہ اس روایت کا صحیح ہونا بھی اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہوا کشف الظنون مین ہے صفحہ ۳۹۰ جلد ۲

المختارة فی الحدیث للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی سنہ ۶۴۳ ثلاث واربعین وستمائة التزم فیہا الصحة فصحح فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحها قال ابن کثیر وهذا الکتاب لم یتم وکان بعض مشائخنا یرجحه علی مستدرک الحاکم

یعنی کتاب مختارہ حدیث مین ہے حافظ ضیاء الدین محمد بن عبداللہ الواحد مقدسی حنبلی کی تصنیف جن کی وفات سنہ ۶۴۳ھ مین ہوئی اس مین التزام کیا ہے صحت کا جو ان حدیثون کی تصحیح کی جسکے قبل کوئی سابق نہوا۔ کہا ابن کثیر نے کہ یہ کتاب ناتمام رہی ہمارے بعض مشائخ اس کو مستدرک امام حاکم پر ترجیح دیتے ہین۔

تدریب الراوی سیوطی مین ہے صفحہ ۴۶

ومنهم الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی جمع کتابا سماه المختارة التزم فیه الصحة وذکر فیها احادیث لم یسبق الی تصحیحها۔

یعنی منجملہ انکے حافظ ضیاء الدین ہین جنھون نے ایک کتاب جمع کی ہے جسکا نام مختارہ ہے اسمین التزام کیا ہے صحت کا اور ایسی حدیثین اس مین ذکر کی ہین جن پر کسی نے سبقت نہ کی۔

یہی مضمون کتاب التنقید والایضاح زین الدین عراقی اور ضوء اللامع سخاوی اور شرح مشکوٰۃ عبد الحق دہلوی اور اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن خان اور قول مستحسن مولوی حسن الزمان صاحب مین بھی موجود ہے کہ سب نے اسکی تصریح کی ہے کہ مختارہ کی کل حدیثین صحیح ہین۔ پھر اس حدیث کی صحت مین کس کافر کو شک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایک امام کی تصحیح کافی ہے تو یہان تو اتنے ائمہ دین کے نصوص مین اس حدیث کی صحت ہے۔

پانچوین اس حدیث کو علامہ عجیلی نے ذخیرۃ المآل مین صحیح کہا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۔

سه وصیة ولیه الهادی وخزه هداه یقال هم سلونی ۲ اما الوصیة فقد صح انه لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین امر النبی علیا یصنع طعاما ویدعو

له اولاد عبد المطلب وفيه انه دعاهم الى الاسلام فردوه فاخذ براس علی
وقال اللهم هذا اخی ووصی وخلیفتی من بعدی ووصی وساق بطوله
یعنی شاعر نے کہا ہے حضرت کے وصی ہارونی ہین جس نے اون سے کہا سلونی انکی شرح مین
لکھتے ہین لیکن وصیت پس بطور صحیح وارد ہے کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو
رسول اللہ صلعم نے جناب امیر کو حکم دیا کہ کھانا تیار کرین اور اولاد عبد المطلب کی دعوت کرین ۔
حضرت نے اونکو اسلام کی طرف دعوت کیا تو اونھون نے رد کیا تب حضرت نے جناب امیر
کا سر پکڑا اور فرمایا خداوندا یہ میرا بھائی اور خلیفہ ہے بعد میرے اور وصی میرا ہے ۔
اب اس سے بڑھکر کیا نص صریح ہو سکتا ہے صحت حدیث پر جسکے بارہ مین علامہ عجیلی فرماتے
ہین فقد صح کہ یہ روایت صحیح ہے ۔

احمد بن عبد القادر عجیلی مصنف ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل کے حق مین مولوی
صدیق حسن صاحب جو المحدیث کے امیر المومنین ہین ابجد العلوم مین فرماتے ہین ص ۷۱۲
الشیخ احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی اخذ العلوم من آبائه الکرام وعن
غیرهم من الاعلام وهم کثیرون منهم + وللشیخ احمد مولفات ورسائل
ومنظومات ومسائل یطول ذکرها منها النفحة القدسیة فی ظائف العبودیة
وعقد جواهر اللآل فی مدح الآل وعلیه شرح وتقاریظ من جمع جم منهم السید
الجلیل علی بن محمد بن احمد بن اسحق کتبه بمکة المشرفة ۱۰۹۳ه وللسید عبد
الرحمن بن سلیمان کالاول فیه اجازة فی الحدیث المسلسل بالاولیة وله
مناقب وفضائل شهیرة وکان لا یسمع بذی فضیلة فی جهة من الجهات الا
وتعرف به واستطلع حقیقة فضیلة ومکث علی هذه الحالة دهرا طویلا
ثم اثر الخلوة والعزلة الی ان انتقل الی جوار رحمة الله تع
یعنی شیخ احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی نے علوم کو اپنے آبا اکرام وغیرہ سے حاصل کیا
جو تعداد مین کثیر ہین اسکے بعد کچھ لوگون کا نام بھی لکھا پھر فرماتے ہین کہ انکی تصنیفات سے
بہت سے رسائل ومسائل ہین جسمین سے ایک نفحہ قدسیہ ہے دوسرا عقد جواہر اللآل

فی ہج الآل جسپر شرح بھی لکھی (ذخیرۃ المآل) انکے مناقب کثیر ہین اور فضائل مشہور۔ مدتون
یہی حالت رہی پھر عزلت نشین ہوئے۔

چھٹے یہی حدیث بعینہ تفسیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۷۴ مین بھی موجود ہے۔ مگر صاحبان مطبع مصر نے
عجب کمال کیا ہے کہ اصل حدیث مین یہ تصرف کیا۔ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان
یکون اخی وکذا وکذا۔ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی کذا وکذا فاسمعوا
له واطیعوا۔ ص۷۴ جس سے معلوم ہوا کہ مہتممان مطبع نے وصی وخلیفتی کو نکالکر کذا و
کذا لکھا۔ اس صنعت کو اہلسنت صنعۃ اکتفا کہتے ہین ملاحظہ ہو السلاح ۔ جلد صفحہ
مگر افسوس اس ترکیب سے بجز رسوائی اور کوئی نفع نہین ہوا۔ کیونکہ اسی امام طبری کی تاریخ
لیدن ملک جرمن مین چھپ چکی ہے جسکی نقل مصر مین چھپی اوس مین اس خیانت کا موقع
نہ ملا اور آجتک لفظ اخی ووصی وخلیفتی موجود ہے جسکا اقرار خود اڈیٹر اہلحدیث نے بھی
کیا۔ تفسیر طبری کی صحت کا اقرار خود یاقوت حموی نے معجم الادبا مین کیا ہے جس مین گیارہ بارہ ورق
مین طبری کے حالات کو لکھے ہین قال رایت فی النوم کانی فی مجلس ابی جعفر
والناس یقرؤن علیه کتاب التفسیر فسمعت ھاتفا بین السماء والارض
یقول من اراد ان یسمع القران کما انزل فلیسمع ھذا الکتاب ولم
یتعرض لتفسیر غیر موثوق فانه لو ید خل فی کتابه شیئا من کتاب
محمد بن سائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانھم
عنده اظناء۔ یعنی ابو محمد کا بیان شیخ خزانہ سے کہ ہمنے خواب مین دیکھا ہم گویا مجلس ابوجعفر
طبری مین بیٹھے ہین اور کوئی تفسیر پڑھ رہا ہے۔ اتنے مین ہاتف کی آواز سنی کہ جو شخص چاہے
قرآن کو اوسی طرح سے جسطرح نازل ہوا تو اس تفسیر کو سنے لکھتے ہین۔ اس تفسیر مین کوئی
روایت غیر موثوق بہ کو نہین لائے ہین۔ کیونکہ طبری نے نہ محمد بن سائب کلبی سے کچھ لکھا ہے
نہ مقاتل بن سلیمان سے نہ محمد بن عمر واقدی سے کہ وہ سب اوسکے نزدیک متہم تھے۔
پھر اس حدیث کے صحیح ہونے مین کیا عذر ہے کیونکہ تفسیر طبری مین کوئی روایت غیر موثوق بہ
داخل ہی نہین کی گئی اور یہ تفسیر ایسی ہے کہ گویا اصلی قرآن ہے جو نازل من اللہ ہے تفسیر

دست عثمان سے گویا بچا ہوا ہے۔

(۷) ساتوین یہی روایت بجنسہ تاریخ طبری مین بھی موجود ہے جسکا چند مرتبہ تذکرہ ہوچکا ہے لہذا تفسیر اور تاریخ کے صحیح ہونے کا حال ملاحظہ ہو۔

طبقات المفسرین محمد بن علی بن احمد داودی تلمیذ سیوطی مین ہے محمد بن جریر بن یزید بن غالب الطبری ابو جعفر راس المفسرین علی الاطلاق احد الائمہ جمع من العلوم مالم یشارکہ فیہ احد من اہل عصرہ وکان حافظاً لکتاب اللہ بصیراً بالمعانی فقیہا فی احکام القران عالماً بالسنن وطرقہا صحیحہا وسقیمہا ناسخہا ومنسوخہا ×× ولہ التصانیف العظیمۃ منہا تفسیر القران وہو اجل التفاسیر لم یولف مثلہ کما ذکرہ العلماء قاطبۃ وذلک لانہ جمع فیہ بین الروایۃ والدرایۃ ولم یشارکہ فی ذلک احد لا قبلہ ولا بعدہ ×× مولدہ بامل سنۃ ۲۲۴ھ ومات یوم الاحد سنۃ ۳۱۰ھ۔

محمد بن جریر طبری راس المفسرین ہین علی الاطلاق۔ منجملہ اماموں کے ایک امام ہین وہ علوم ان مین جمع تھے جس مین کوئی شریک اونکا نہ تھا۔ حافظ کتاب اللہ تھے۔ صحیح سقیم ناسخ منسوخ سے واقف تھے تفسیر تو ایسی لکھی کہ آجتک اسکے مثل کوئی تفسیر لکھی نہین گئی۔ کیونکہ روایت و درایت دونون کو جمع کیا ہے۔ جس مین ان کا شریک نہ کوئی قبل ہوا نہ بعد ولادت ۲۲۴ھ وفات ۳۱۰ھ۔

اس عبارت نے آپکو بتا دیا کہ کل احادیث تفسیر صحیح ہین کیونکہ صحیح وسقیم کے پہچاننے مین وہ امام تھے۔ اور یہ روایت جس مین بحث ہے ایسی صحیح ہے جس مین کسیطرح شک ہی نہین ہوسکتا۔ کیونکہ روایت و درایت دونون کو اونھون نے جمع کیا ہے:۔

یاقوت حموی معجم الادبا مین لکھتے ہین کان ابو جعفر یذہب فی الامامۃ الی امامۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وما علیہ اصحاب الحدیث فی التفضیل یعنی ابو جعفر طبری امامت مین قائل بر امامت ابو بکر وعمر وعثمان وعلی تھے جو طریقہ اہلحدیث ہے تفضیل مین

علامہ محمد بن جریر طبری مذکور کی تعریف مین علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے چند فقرون کو درج
کیا ہے جس مین لکھتے ہین قال ابو حامد الاسفرائنی لو سافر رجل الی الصین فی
تحصیل تفسیر ابن جریر لم یکن کثیراً۔ یعنی ابو حامد اسفرائنی کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص طلب
تفسیر ابن جریر مین ملک چین کا سفر کرے تو اس نے کوئی بڑا کام نہین کیا۔

علامہ یافعی مرآۃ الجنان حالات ۳۱۰ھ مین لکھتے ہین: علیہ مصنفات ملیحۃ فی فنون
عدیدۃ تدل علی سعۃ علمہ و غزارۃ فضلہ وکان ثقۃ فی نقلہ و تاریخہ قیل
تاریخہ اصح التواریخ و اثبتہا۔

یعنی فنون عدیدہ مین ان کی نہایت عمدہ تصنیفین ہین جس سے وسعت علم اور غزارت فضل
ظاہر ہے، نقل روایت مین یہ معتمد تھے اور تاریخ کو ان کی کہا جاتا ہے کہ اصح التواریخ ہے۔

چونکہ انکے حالات اور جلالت قدر ان کی کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد حدیث ولایت
مین تفصیل تمام مذکور ہے اور جلد اول اصلاح مین بھی مرقوم ہو چکا ہے لہذا اسیقدر پر یہان اکتفا
کیا گیا۔ جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ روایت خلافت جناب امیر سنداً صحیح ہے۔

آٹھوین یہی حدیث تفسیر معالم التنزیل مین ہے تفسیر سورہ شعراء ص۴۶۳ مطبوعہ بمبئی۔

روی محمد بن اسحٰق عن عبد الغفار بن القسم عن المنہال بن عمرو عن عبد اللہ
بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب
قال لما نزلت ہذہ الآیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
یا علی ان اللہ یامرنی ان انذر عشیرتک الاقربین فضقت بذلک ذرعاً
وعرفت انی متی انادیہم بہذا الامر اری منہم ما اکرہ فصمت علیہا حتی
جاءنی جبرئیل فقال یا محمد ان لا تفعل ما تومر یعذبک ربک فاصنع
لنا صاعاً من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملأ لنا عساً من لبن
ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی ابلغہم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی
بہ ثم دعوتہم لہ وہم یومئذ اربعون رجلاً یزیدون رجلاً او ینقصونہ

دعا بالطعام الذی صنعت فجئت به فلمّا وضعته تناول رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وسلم حذیة من اللحم فشقها باسنانه ثم القاها فی نواحی الصحفة ثم
قال خذوا بسم اللّٰہ فاکل القوم حتی ما لهم بشیٔ من حاجة وایم اللّٰہ ان کان
الرجل الواحد منهم لیاکل مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم فجئتهم
بذلک العس فشربوا حتی رووا جمیعاً وایم اللّٰہ ان کان الرجل الواحد منهم
یشرب مثله فلمّا اراد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان یکلمهم
بدره ابو لهب فقال سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمهم رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیه وسلم فقال الغد یا علی ان هذا الرجل قد سبقنی الی ما سمعت
من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمهم فعد لنا من الطعام مثل ما
صنعت ثم اجمعهم ففعلت ثم جمعتهم ثم دعانی بالطعام فقربته ففعل
کما فعل بالامس فاکلوا وشربوا ثم تکلم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه
وسلم فقال یا بنی عبد المطلب انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرة وقد
امرنی اللّٰہ تعالیٰ ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی امری هذا ویکون
اخی ووصیّی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنها جمیعاً فقلت
وانا احدثهم سناً انا یا نبی اللّٰہ اکون وزیرک علیه قال فاخذ برقبتی
ثم قال ان هذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا
فقام القوم یضحکون یقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لعلی و
تطیع۔

مطلب حدیث تو واضح ہے کہ جب حضرت کو اعلان نبوت کا حکم ہوا تو جناب امیرؑ کو حکم
دیا کہ انکے لئے سامان دعوت کرو۔ جب سب جمع ہوئے حضرت نے فرمایا کون ہماری نصرت
کرتا ہے اس کام میں اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی وصی خلیفہ ہو تم لوگوں میں کسی نے
نہ قبول کیا بجز جناب امیرؑ جب حضرت نے جناب امیرؑ کی گردن پکڑ کر فرمایا یہ میرا بھائی وصی خلیفہ ہے
تم لوگوں میں تم اسکا سنو۔ اسکی اطاعت کرو قوم کھلکھلا کر ہنسی اور ٹھٹھا کر کے ابو طالب سے بولی حضرت

ابو طالب سے کہتی ہوئی کہ تمکو حکم دیا ہے کہ علیؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔

اس حکم کے نص صریح ہوئے میں تو کسی کافر کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ برادر خورد نے مضحکہ کے طور پر کہا تھا کہ تمکو حکم ہوا ہے کہ اپنے بیٹے کی فرمانبرداری کرو کیونکہ مضحکہ اوسکا اس پر تھا کہ خود تو ابھی کسی طور سے اقتدار نہیں رکھتے۔ اور چلے خلیفہ مقرر کرنے جسکو مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی کہدیا کہ خود تو ابھی بادشاہ نہ تھے خلیفہ کیا مقرر کرتے۔

غرض نص صریح ہونے میں تو کسی طرح شک ہی نہیں جسکا آخر میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے دبی زبان سے اقرار کیا۔ اور عذر کیا تو اسی صحت کا لہذا یہ مرحلہ بھی طے کر دیا جاتا ہے۔

اہلسنت کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں بذیل ذکر تفسیر ثعلبی۔

ھتفسیرہ وانکان غالب الاحادیث التی فیہ صحیحۃ ففیہ ما ھو کذب موضوع باتفاق اھل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ والثعلبی اعلم باقوال المفسرین ذکر البغوی عنہ اقوال المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذہ الامور نقلھا البغوی من الثعلبی واما الاحادیث فلم یذکر فی تفسیرہ شیئا من الموضوعات التی رواھا الثعلبی بل یذکر الصحیح منھا ویعزوہ الی البخاری وغیرہ فانہ صنف کتاب شرح السنۃ وکتاب المصابیح وذکر ما فی الصحیحین والسنن ولم یذکر الاحادیث التی یظھر لعلماء الحدیث انھا موضوعۃ کما یفعل غیرہ من المفسرین کالواحدی صاحب الثعلبی وھو اعلم بالعربیۃ منہ وکالزمخشری وغیرھم من المفسرین الذین یذکرون من الاحادیث ما یعلم اھل الحدیث انہ موضوع۔

کہ تفسیر ثعلبی میں اگرچہ غالب احادیث صحیح۔ مگر بعض حدیثیں موضوع بھی اوس میں داخل ہیں۔ اسلئے جب ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے اوسکو مختصر کیا تو ثعلبی سے صرف اقوال مفسرین و نحاۃ و قصص انبیاء کو نقل کیا کیونکہ بغوی۔ علم حدیث۔ سنت۔ فقہ میں اعلم تھے۔ بہ نسبت ثعلبی لیکن وہ اقوال مفسرین کے البتہ اعلم تھے۔

بغوی نے اون حدیثون کو مطلق ذکر نہ کیا جو موضوعات سے ہین اور ثعلبی نے انکی روایت
کی جو حدیث کہ صحیح ہوتی ہے اوسکو لکھتے ہین بخاری وغیرہ سے کیونکہ یہ مصنف ہین کتاب
شرح سنۃ. کتاب المصابیح کے اور ذکر کیا اوسکو جو صحیحین وسنن مین ہے اور نہ لکھا اُن
حدیثون کو جن کی موضوعیت ظاہر ہوئی۔ علما اہلحدیث کو جیسا کہ اور مفسرین کرتے ہین مثل
واحدی صاحب ثعلبی کے یا زمخشری وغیرہ مفسرین کے جو اون حدیثون کو بھی لکھ جاتے
ہین جو اہل علم کے نزدیک موضوع ہین۔

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تفسیر معالم التنزیل بغوی مین جو روایت ہے
وہ صحیح ہے موضوع وغیرہ اس مین داخل نہین ہے تو اس روایت کی صحت سند مین
تو کوئی عذر نہین ہو سکتا۔

کیونکہ مشکوۃ مین ہے وکان کتاب المصابیح الذی صنفہ الامام محی السنۃ قامع
البدعۃ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی رفع اللہ درجتہ اجمع
کتاب صنف فی بابہ واضبط لشوارد الحدیث واوابدھا انتہیٰ

یعنی کتاب المصابیح جسکو امام محی السنۃ قامع البدعۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء البغوی نے
تصنیف کیا سب سے جامع کتاب تھی جو اپنے باب مین تصنیف ہوئی اور متفرق ومنتشر احادیث
کی سب سے ضابطہ اسکے بعد حال اختصار کتاب مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسند ہی
کا امام ہے کہ آج اوسی کی مصابیح کے مختصر مشکوۃ پر سارے علماے اہلحدیث کا عمل ہے۔ پھر
اوسکی روایت مین کسکو شک ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اسکے احادیث کی صحت پر نص کیا ہے۔ تو
اب کسی وہابی کو اس حدیث کی صحت سند مین عذر نہین ہو سکتا۔

شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی مین ہے اور صفحہ ۱۴ جلد اول۔
ودر وجہ ملقب او بہ محی السنۃ آوردہ اند کہ چون شرح کتاب السنۃ را تالیف نمود
آنحضرت را در واقعہ دید کہ فرمود احیاک اللہ کما احییت سنتی فرمودہ دارو تراخدا

نوین یہی روایت بجنسہ محمد بن اسحق کی روایت ہے جیسا کہ کنز العمال سے منقول ہوا۔ آپ جانتے ہین یہ امام محمد بن اسحق کون بزرگ ہین تہذیب التہذیب مین ہے۔
خت م ۴ محمد بن اسحق بن یسار۔ یعنی ان سے بخاری نے تعالیق مین اور مسلم نے اور کل جامعین صحاح ستہ نے روایت کیا ہے جلد ۹ ص ۳۸

قال علی بن المدینی مدار حدیث رسول اللہ صلعم علی ستة فذکرهم ثم قال فصار علم الستة عند اثنا عشر فذکر ابن اسحق فیهم وقال ابن عیینة رایت الزهری قال لمحمد بن اسحق این کنت فقال هل یصل الیک احد قال فدعا حاجبه وقال لا تحجبه اذا جاء وقال ابن المدینی سمعت سفیان قال قال ابن شهاب وسئل عن مغازیه فقال هذا اعلم الناس وقال ابن ابی خیثمة عن ابن معین قال عاصم بن عمر بن قتادة لا یزال فی الناس علم ما بقی ابن اسحق وقال ابن ابی خیثمة عن هارون بن معروف سمعت ابا معاویة یقول کان ابن اسحق من احفظ الناس فکان اذا کان عند الرجل خمسة احادیث اذا کثرها فاستودعها ابن اسحق وقال النفیلی عن عبد اللہ بن فائد کنا اذا جلسنا الی ابن اسحق فاخذ فی فن من العلم قضی مجلسه فی ذلک الفن ص ۳۹

امام علی بن مدینی کہتے ہین کہ مدار احادیث رسول صلعم چھ آدمیون پر ہے (عمر، جناب امیر، ابن مسعود، زید بن ثابت، ابو الدرداء) اور ان چھ آدمیون کا علم بارہ آدمیون کو ملا مین ابن اسحق بھی ہین۔ ابن عیینہ کہتے ہین کہ امام زہری نے کہا ابن اسحق سے کہان تھے تو ابن اسحق نے جواب دیا کیا تم تک کسی کی رسائی بھی ہوتی ہے۔ اسپر زہری نے اپنے دربان کو بلا کر کہا کہ دیکھو جب یہ آیا کرین تو انکو نہ روکنا۔ ابن شہاب سے کسی نے انکے علم مغازی کو پوچھا تو کہا یہ سب سے بڑے عالم ہین۔ ابن ابی خیثمہ ابن معین سے روایت کرتے ہین کہ جبتک ابن اسحق باقی رہینگے اوسوقت تک علم باقی رہیگا۔ ابو معاویہ کہتے ہین کہ ابن اسحق سب سے بڑے حافظ تھے اگر کسی کے پاس پانچ یا زیادہ حدیثین ہوتین

تو وہ ابن اسحٰق کو بطور امانت سونپتا اور پھر اوسی طرح واپس لیتا۔ شبلی کہتے ہین کہ جب ہم لوگ ابن اسحٰق کی مجلس مین بیٹھتے اور وہ کسی فن کو شروع کرتے تو پورے مجلس اوسی فن مین ختم کر دیتے۔

عن ابن عیینہ قال جالست ابن اسحٰق ثلث وبضع وسبعین سنۃ وما شلت احد من اہل المدینۃ ولا یقول فیہ شیئاً۔

ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ہم کچھ اوپر ستر برس ابن اسحٰق کی صحبت مین رہے مگر کسیکو اہل مدینہ سے ایسا نپایا جو اونکے بارہ مین کچھ اعتراض کرتا یا شک کرتا

پھر جس روایت کے راوی محمد بن اسحٰق ہو جو امام فن المغازی مین اوس روایت مین کیونکر شک وشبہہ ہو سکتا ہے تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی مین ہے قال شعبہ ھو امیرالمؤمنین فی الحدیث وقال یزید بن ہارون لو کان لی سلطان لامرت ابن اسحٰق علی المحدثین صـ۱۵۲ جلد اول

یعنی امام شعبہ کہتے تھے کہ محمد ابن اسحٰق علم حدیث مین امیرالمؤمنین تھے اور یزید بن ہارون کہتے ہین کہ اگر ہمکو سلطنت ملتی تو محمد بن اسحٰق کو تمامی محدثین پر امارت دیتے۔ پھر جس حدیث کے امام محمد ابن اسحٰق راوی ہون اوس روایت کی صحت مین کس کو شک ہو سکتا ہے۔

دسوین اس روایت کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے جو علم تفسیر کے امام اعظم تھے جیسا کہ کنز العمال سے مذکور ہوا۔

علامہ سیوطی لآلی مصنوعہ مین لکھتے ہین واخرجہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ فی الا الترمان یخرج فیہ اصح ما ورد ولم یخرج فیہ حدیثا موضوعا البتۃ

کہ ابن حاتم نے اپنی تفسیر مین اسکا التزام کیا ہے کہ صحیح ترین روایات کو وارد کرے اور کسی حدیث موضوع کو اوس نے نہین لکھا۔

امام ابن ابی حاتم کوئی معمولی امام نہین ہین بلکہ بڑے محقق وعلامہ علم حدیث سے ہین کہ ہر زمانہ کی تحقیقات مین ان کا نام آتا ہے نواب صدیق حسن خان اتحاف النبلا مین لکھتے ہین

عبد الرحمن بن محمد بن ادریس ابو محمد بن ابی حاتم التمیمی الحنظلی
الحافظ بن الحافظ سمع اباه وغیره قال ابن منده صنف ابن ابی حاتم
المسند فی الف جزء وله مقدمة الجرح والتعدیل واختلاف الصحابة
والتابعین وعلماء الامصار وله الجرح والتعدیل فی عدة مجلدات
تدل علی سعة حفظه وامامته وکتاب الرد علی الجهمیة وله تفسیر
کبیر سائره آثار مسندة فی اربع مجلدات وکان یعد من الابدال
وقد اثنی علیه جماعة بالزهد والورع التام والعلم والعمل توفی فی المحرم
سنة ۳۲۷ رحمه الله تعالی

یعنی یہ خود امام بن امام حافظ بن حافظ ہین جنھون نے اپنے باپ سے حدیثون کو سنا
ابن منده کہتے ہین امام ابی حاتم نے اپنا مسند لکھا ہزار جزو مین اور ایک مقدمہ لکھا جرح
وتعدیل اور اختلاف صحابہ وتابعین وعلما امصار مین اور کتاب جرح وتعدیل جو چند
جلدون مین ہے جس سے انکے حفظ کی وسعت اور امامت معلوم ہوتی ہے اور
کتاب الرد علی الجہمیہ اور ایک بہت بڑی تفسیر جو چار جلدون مین ہے اور اس مین
کل آثار ہین جو رسول اللہ اور صحابہ وتابعین سے منقول ہے ان کا شمار ابدال مین
تھا اور ایک جماعت علما نے انکی توصیف کی ہے زہد وورع تام وعلم وعمل کے ساتھ
۳۲۷ھ وفات ہے۔

اور تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی جلد ۳ مین ہے۔

قال ابو یعلی الخلیلی اخذ علم ابیه وابی زرعة وکان بحرا فی العلوم و
معرفة الرجال صنف فی الفقه واختلاف الصحابة والتابعین وکان
زاهدا یعد من الابدال قلت کتابه فی الجرح والتعدیل یقضی له بالرتبة
المنیفة فی الحفظ وکتابه فی التفسیر عدة مجلدات وله مصنف کبیر فی الرد
علی الجهمیة یدل علی امامته قال علی بن احمد الفرضی ما رأیت احدا
ممن عرف عبد الرحمن ذکر عنه جهالة قط اه ملخصا

یعنی ابو یعلی الخلیلی کہتے ہین کہ اسنے اپنے باپ کے علوم کو اور ابو زرعہ کے علوم کو حاصل
کیا اور علم اور معرفۃ رجال کے دریا تھے تفسیر مین اور اختلاف صحابہ و تابعین مین بھی
تصنیف کیا اور انکا شمار ابدال سے تھا ذہبی کہتے ہین کہ انکی جو کتاب جرح و تعدیل
مین ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفظ حدیث مین اون کا کیسا عالی درجہ تھا
اور تفسیر مین اونکی کتاب چند جلدون مین ہے علی بن احمد فرضی کہتے ہین کہ جسکا ذکر
ابن ابی حاتم نے کیا ہے کبھی کسی نے جہالت کی نسبت اوسکی طرف نہین دی
پھر جو شخص ایسا بحر العلوم ہو اوسکے نسبت کوئی کیونکر یہ دعوی کر سکتا ہے کہ اوسنے کسی حدیث
ضعیف یا مجروح کو اپنے مسند یا تفسیر مین داخل کیا ہے جسکی سند صحیح ہے تو پھر اس حدیث
شریف کی صحت مین کیا عذر ہو سکتا ہے جسکو امام ابن ابی حاتم نے بسند صحیح نقل کیا ہے
گیارہوین اس حدیث کو بنص کنز العمال ابن مردویہ نے بھی نقل کیا ہے تذکرۃ الحفاظ
امام ذہبی مین ہے۔ ابن مردویہ الحافظ الثبت العلامہ ابو بکر احمد بن موسی
بن مردویہ الاصبہانی صاحب التفسیر و التاریخ و غیر ذلک و عمل
المستخرج علی صحیح البخاری و کان فہما بمعرفۃ ہذا الشان بصیرا بالرجال
طویل الباع ملیح التصانیف ولد سنۃ ثلث و عشرین و ثلثمائۃ و مات بست
من رمضان سنۃ ست عشرۃ و اربع مائۃ صفحہ ۲۵۲ جلد ۳

علامہ ابو بکر احمد بن موسی بن مردویہ اصفہانی صاحب تفسیر و تاریخ ہین۔ انھون نے صحیح بخاری
پر مستخرج لکھا ہے اور اس فن حدیث کے بڑے ماہر تھے اور علم الرجال سے پورے واقف
تھے اور عمدہ تصانیف لکھا تھا ۳۲۳ سنہ ولادت ۴۱۶ سنہ وفات ہے۔

بارہوین روایت حسب تصریح کنز العمال ابو نعیم اصفہانی کی ہے جو مشہور مصنف
حلیۃ الاولیاء و دلائل النبوۃ ہین تاج مکلل مولوی صدیق حسن خان مین ہے الحافظ ابو نعیم
احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحق بن موسی بن مہران الاصبہانی
الحافظ المشہور صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء کان من اعلام المحدثین
و اکابر الحفاظ الثقات اخذ عن الافاضل و اخذوا عنہ و انتفعوا بہ و کتابہ الحلیۃ

من احسن الکتب * توفی فی رجب سنہ ۴۳۰ھ

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی مشہور حافظ حدیث ہین جنکی کتاب حلیۃ الاولیا ذہبی اعلام محدثین و اکابر حفاظ سے تھے اور بہت سے افاضل سے اُنھون نے علم حدیث کو حاصل کیا اور لوگ بھی اُنکے علوم سے مستفیض ہوے اُنکی کتاب حلیۃ الاولیا احسن کتب سے ہے

تیرہوین روایت بتصریح کنز العمال امام بیہقی کی یہی ہے کیفیت امام بیہقی کی نسبت ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان مین سے ہے

ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ البیہقی الخسرو جردی الفقیہ الشافعی الحافظ الکبیر المشہور واحد زمانہ وفرد اقرانہ فی الفنون من کبار اصحاب الحاکم ابی عبد اللہ بن البیع فی الحدیث ثم الزائد علیہ فی انواع العلوم اخذ الفقہ عن ابی الفتح ناصر بن محمد العمری المروزی غلب علیہ الحدیث واشتہر بہ رحل فی طلبہ الی العراق و الجبال والحجاز وسمع بخراسان من علماء عصرہ وکذلک ببقیۃ البلاد التی انتہی الیہا وشرع فی التصنیف فصنف فیہ کثیرا حتی قیل تبلغ تصانیفہ الف جزء وہو اول من جمع نصوص الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فی عشر مجلدات ومن مشہور مصنفاتہ السنن الکبیر والسنن الصغیر ودلائل النبوۃ والسنن والآثار وشعب الایمان ومناقب الشافعی المطلبی ومناقب احمد بن حنبل وغیر ذلک وکان قانعا من الدنیا بالقلیل وقال امام الحرمین فی حقہ ما من شافعی المذہب الا وللشافعی علیہ منۃ الا احمد البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ وکان من اکثر الناس نصرا للمذہب الشافعی وطلب الی نیسابور لنشر العلم فاجاب وانتقل الیہا وکان علی سیرۃ السلف واخذ عنہ الحدیث جماعۃ من الاعیان منہم زاہر الشحامی ومحمد الفراوی وعبد المنعم القشیری وغیرہم وکان مولدہ فی شعبان

سنۃ اربع وثمانین وثلثمائۃ وتوفی فی العاشر من جمادی الاولی ۴۵۸ھ
بنیسابور ونقل الی بیہق رحمہ اللہ تعالیٰ ص۹

یعنی امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی فقیہ شافعی حافظ کبیر مشہور ہین اپنے زمانہ مین وحید تھے اور کل فنون مین فرید امام حاکم کے بڑے شاگرد تھے۔ بلکہ اور علوم کو وہ زیادہ کیا علم فقہ کو اونھون نے ابوالفتح ناصر بن محمد عمر سے حاصل کیا مگر شوق علم حدیث انپر غالب تھا اور اسی کے طلب مین جابجا سفر کیا عراق حجاز تمام سفر کیا اور خراسان کے کل علما سے علم حدیث کو حاصل کیا اوسکے بعد تصنیف مین مشغول ہوئے یہانتک کہ ہزار جزو کے قریب انھون نے لکھی اور بخصوص امام شافعی کو اونھون نے جمع کیا۔ امام الحرمین کہتے ہین کہ اگرچہ تمام شافعیون پر امام شافعی کا حق ہے۔ مگر بیہقی کا حق خود امام شافعی پر ہے پر سیرت سلف پر تھے اور علم حدیث کو ان سے بہت سے اعیان انجمن نے حاصل کیا ہے ۴۵۸ھ وفات ہے
تفسیر طبری۔ تفسیر معالم التنزیل تفسیر خازن۔ تفسیر سراج المنیر تفسیر ثعلبی تفسیر واحدی تفسیر ابن مردویہ۔ تفسیر ابن ابی حاتم کنز العمال دلائل النبوۃ بیہقی۔ ابونعیم اصفہانی ذخیرۃ للال محب طبری۔ مختارہ ضیا مقدسی تہذیب الآثار طبری۔ کتاب الاکتفا تاریخ طبری۔ تاریخ کامل تاریخ ابوالفدا روضۃ الصفا حبیب السیر معارج النبوۃ۔

چودھوین روایت آخر مین ہم شاہ ولی اللہ صاحب کی لکھتے ہین جنھون نے خصائص امام نسائی سے روایت کیا ہے جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اور وجہ اس تخصیص کی یہ ہے کہ شاہ صاحب اس زمانہ کے اون مشاہیر علما سے ہین جو اپنی ناصبیت وخارجیت مین مشہور ہین لہذا اونکا اس روایت کو لکھنا بہت وزن رکھتا ہے چنانچہ لکھتے ہین وازانجملہ آنکہ پیش از ہجرت با دعاء منتظر الخلافت کہ یکے از لوازم خلافت خاصہ است بجا آوردند اخرج النسائی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷ رسالہ ہذا
جس سے یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت نے جناب امیر کو اوسیوقت خلیفہ کیا۔
رہا یہ کہ شاہ صاحب مین ناصبیت تھی تو اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مولوی حسن الزمان عفی عنہ صاحب قول مستحسن مین لکھتے ص۱۳۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

وقد عاغوہ صاحب القرة بتلوعات قریبة من التصریحات واشارات شبیهة بالعبارات ولکن اوضح فی کتاب ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء اشیاء تمیه ازالة الخلافة والهدایة عن خاتم الخلافة وفاتح الولایة لانستبیح ذکر شیء منها الا مقرونا بالرد والکتابان بین ظهرانی الناس الان نسال الله السلامة والعصمة ص۳۲ مطبوعہ حیدرآباد

یعنی جس طرح ابن تیمیہ نے اظہار عداوت جناب امیر کیا ہے اوسی طرح صاحب قرۃ العینین (شاہ ولی اللہ) نے بھی کیا ہے ایسی کہ اون سے جو قریب بتصریح اور اشارے قریب بعبارات ہین۔ اسی طرح اون کی ازالۃ الخفاء ہے جس مین ایسی باتین ذکر کی ہین کہ وہ اوس کا نام ازالۃ الخلافۃ والہدایہ عن خاتم الخلافۃ والولایہ رکھنا چاہیے کہ ہم کسی طرح اون کا ذکر بھی جائز نہین جانتے جب تک اوس کا رد بھی نہ کیا جائے۔ یہ دونون کتابین لوگون کے سامنے ہین خدا سے سوال کرتے ہین عصمت وسلامتی کو۔

خاتمۃ الکلام

بحث وصایت چونکہ اس حدیث شریف کے صحت واعتبار کو ثابت کر چکے کہ ایسے ایسے علما اسکے راوی ہین جنکا درجہ اور رتبہ بخاری ومسلم سے بڑھا ہوا ہے اور اگر بڑھا نہین ہے تو برابر ضرور ہے جیسا کہ آیندہ بھی مذکور ہوگا۔ تو اب ہم دوسرے جزو وصایت کیلئے اور بھی حدیثین پیش کرتے ہین جس سے اور بھی حق واضح ہو کیونکہ یہان بحث صرف خلافت کی نہین ہے۔ جو ابھی طرح ثابت ہو لی

وصایت جناب امیر کے متعلق اسقدر حدیثین ہین کہ اوسکا احصا بھی ناممکن ہے۔ مگر مولوی عبید اللہ امرتسری نے اپنی مشہور کتاب ارجح المطالب مین جو مشہور یہ سوانح عمری جناب امیر ہے احادیث وغیرہ اس کا مع حوالہ کتب فراہم کیا ہے جو اس بارہ مین کافی ہے ملاحظہ ہو مثلاً مطبوعہ امرتسر لغایت ص۱۳۰

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فجلس بین رسول صلی اللہ علیہ وسلم وبین عائشہ فقالت ما کان لک ان تجلس بین فخذی فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ظہرھا وقال مہلا تؤذینی فی اخی فانہ امیر المومنین وسید المسلمین وقائد الغر المحجلین یوم القیمۃ یقعد علی الصراط فیدخل اولیاءہ فی الجنۃ ویدخل اعداءہ فی النار اخرجہ ابن مردویہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف رکھتے تھے اتنے مین جناب امیر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین کے درمیان مین بیٹھ گئے بی بی عائشہ جھنجھلا کر بولین کیا میری ران پر بیٹھنے کے سوا آپکے لئے کوئی اور جگہ نہین تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ صدیقہ کی پشت پر ہاتھ مار کر کہا کہ چھوڑ میرے بھائی کے بارہ مین تو مجھے ایذا نہ دے۔ یہ مومنون کا امیر اور مسلمانون کا سردار اور سفید ہاتھ والون کا پیشوا ہے۔ قیامت کے روز یہ پل صراط پر بیٹھیگا اور اپنے دوستون کو جنت مین اور دشمنون کو دوزخ مین داخل کریگا۔

(۷) عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت ام حبیبۃ بنت ابی سفیان فقال یا ام حبیبۃ اعتزلینی فانا علی حاجۃ ثم دعا بوضوء فاحسن الوضوء ثم قال ان اول من یدخل ھذا الباب امیر المومنین وسید العرب خیر الوصیین واولی الناس بالناس قال انس فجعلت اقول اللھم اجعلہ رجلا من الانصار فاذا ھو علی بن ابی طالب (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے گھر مین رونق افروز تھے۔ ام حبیبہ سے ارشاد کیا اے ام حبیبہ تم ہم سے تھوڑی دیر کیلئے علیحدہ ہوجاؤ۔ کیونکہ ہمین ایک ضروری امر درپیش ہے پھر آپنے خوب طرح سے وضو کیا اور فرمایا جو شخص کہ سب سے اول اس دروازہ سے گھسیگا وہ مومنون کا امیر۔ اور عرب کا سردار اور تمام اوصیا سے بہتر اور سب لوگون سے برتر ہوگا۔ انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہین مین اپنے دل مین دعا کر رہا تھا کہ الہی وہ شخص جس کی حضرت نے یہ تعریف فرمائی ہے وہ انصار مین سے ہو۔ ناگہان جناب امیر علیہ السلام دروازہ سے گھس آئے

(۸) عن انس قال بینا انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال الآن یدخل سید المسلمین وامیر المؤمنین وخیر الوصیین اذ طلع علی فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہم دانہ الی فجلس بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمسح العرق من جبہتہ ووجہہ ومسح العرق من وجہ علی ومسح بہ وجہہ فقال لہ علی یا رسول اللہ انزل فی شیء قال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی انت اخی ووزیری وخیر من اخلف بعدی تقضی دینی وتنجز وعدی وتبین لہم ما اختلفوا من بعدی وتعلمہم تاویل القرآن ما لم یعلموا وتجاہدہم علی التاویل کما جاہدتہم علی التنزیل۔ (اخرجہ الدیلمی وابن مردویہ)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی اسوقت مسلمانونکا سردار اور مومنونکا امیر اور وصیوں کا بہتر یہاں آئیگا ناگہاں جناب امیر تشریف لائے حضرت نے فرمایا اے میرے پروردگار تیرے قربان۔ انس کہتے ہیں کہ جناب امیر حضرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ مبارک اور جبین مبین کا عرق اونکے چہرہ پر اور اونکے چہرہ کا عرق اپنے چہرہ اقدس پر ملنے لگے جناب امیر نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا میرے حق میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ آپنے ارشاد کیا کیا تو راضی نہیں کہ تیری منزلت مجھسے ایسی ہے جیسے کہ موسی سے ہارون کی لیکن نبی میرے بعد نہیں ہونیوالا۔ تو میرا بھائی اور وزیر ہے جسکو کہ میں اپنے بعد میں چھوڑ جاؤنگا ان سب سے تو افضل ہے میرے قرض کا ادا کرنیوالا اور میرے وعدے کو پورا کرنیوالا جن امور میں کہ لوگ میرے بعد اختلاف کرینگے تو اوسکو رفع کرنیوالا ہے۔ تو ان سے قرآن کے معنے بیان کریگا اور لوگوں کے ساتھ قرآن کی تاویل پر جہاد کریگا جیسے کہ میں نے قرآن کی تنزیل پر جہاد کیا ہے۔

(۹) عن رافع مولی عائشۃ قال کنت غلاما اخدمہا فکنت اذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندہا اکون قریبا اعاطیہا شیئا قال فبینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندہا ذات یوم اذ جاء جاء فدق الباب قال فخرجت الیہ فاذا جاریۃ معہا اناء مغطی قال فرجعت الی عائشۃ فاخبرتہا۔ فقالت ادخلہا فدخلت فوضعت بین یدی عائشۃ فوضعتہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یاکل وخرجت الجاریۃ فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیت امیر المومنین وسید المسلمین و امام المتقین عندی یاکل معی فما جاء فدق الباب فخرجت الیہ فاذا ھو علی قال فرجعت فقلت ھذا علی فقال صلی اللہ علیہ وسلم ادخلہ فلما دخل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا واھلا لقد تمنیتک مرتین حتی لو ابطات علی لسالت اللہ عزوجل ان یاتی بک جس فکل

(اخرجہ ابن مردویہ) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا غلام رافع روایت کرتا ہے کہ میں ام المومنین کے پاس رہا کرتا تھا اور انکی خدمت کیا کرتا تھا جسوقت جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر میں رونق افروز ہوتے تو میں قریب تر رہتا اور جس چیز کی ضرورت ہوتی تو میں حاضر کیا کرتا۔ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین کے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ ناگاہ ایک آنیوالے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں خبر لینے کو باہر نکلا ایک لونڈی کو دیکھا کہ ڈھکا ہوا خوان لئے ہوئے ہے میں نے لوٹ کر ام المومنین سے بیان کیا۔ انھوں نے اسکو گھر میں بلالیا۔ اس لونڈی نے خوان انکے سامنے رکھدیا۔ میں نے اوٹھا کر سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو رکھدیا آپ اس میں سے تناول فرمانے لگے اور وہ لونڈی چلی گئی آپ نے فرمایا کاش اسوقت امیر المومنین سید المسلمین امام المتقین بھی یہاں ہوتے تو ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت کرتے۔ اتنے میں ایک شخص نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دیکھنے کو نکلا اور جناب امیر کو دروازہ پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ لوٹ کر میں نے عرض کیا کہ جناب امیر دروازہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ حضور نے ان کو گھر میں بلالیا جب جناب امیر حاضر خدمت ہوئے سرکار نے مرحبا اور اہلا کے الفاظ سے ممتاز فرمایا اور ارشاد کیا ہم نے دو دفعہ تمہارے آنیکی آرزو کی تھی اگر تم دیر کرتے تو میں تمہارے لئے پھر خدا سے دعا کرنیوالا تھا۔ آؤ بیٹھو اور ہمارے ساتھ کھانا نوش کرو +

(۱۰) عن معاویۃ بن ثعلبۃ اللیثی قال مرض ابوذر الغفاری مرضا شدیدا حتی اشرف علی الموت فوصی الی علی بن ابی طالب فقیل لہ لو اوصیت الی امیر المومنین عمر بن الخطاب کان اجمل لوصیتک من علی فقال ابوذر اوصیت واللہ الی امیر المومنین حقا حقا (اخرجہ

ابن مردویہ) معاویہ بن ثعلبہ اللیثی بیان کرتا ہے کہ جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سخت

بیمار ہو کر انتقال کے قریب ہو گئے تو جناب امیرؑ سے اپنی وصیت بیان کی۔ لوگوں نے کہا اگر تم اپنی وصیت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے بیان کرتے تو تمہارے لئے یہ بہتر ہوتا۔ ابو ذر کہنے لگے میں نے اپنی وصیت کو سچے امیر المومنین سے بیان کیا ہے۔

امام المتقین

(۱) عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل اوحی الی فی علی انہ امام المتقین (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار) جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پروردگار نے مجھ کو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ تمام متقیوں کا امام ہے۔

(۲) عن انس بن مالک والنواس بن سمعان قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مرحبا بسید المسلمین و امام المتقین (اخرجہ الدیلمی وابو بکر بن مردویہ) انس بن مالک اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے فرمایا شاباش اے مسلمانوں کے سردار اور متقیوں کے امام۔

(۳) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت سید المسلمین و یعسوب المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الدیلمی) جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے علی تم مسلمانوں کے سردار اور مومنوں کے بادشاہ اور سفید ہاتھ اور منھ والوں کے پیشوا ہو۔

(۴) عن عبد اللہ بن اسعد بن زرارۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی انتہیت الی ربی عز وجل فاوحی الی فی علی بثلاث انہ سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الحاکم وابو نعیم وابن مردویہ وابن قانع) عبد اللہ بن سعد زرارہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج میں جب ہم اپنے پروردگار کے پاس پہونچے تو پروردگار نے مجھے علیؑ کے تین القاب القاء فرمائے کہ وہ مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منھ والوں پیشوا ہے۔

ولی المتقین

عن علی قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انک سید المسلمین ویعسوب المومنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین (اخرجہ الامام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ التحیۃ والثنا فی مسندہ) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تو مسلمانون کا سردار اور متقیون کا دوست اور سفید ہاتھ اور منھ والون کا پیشوا ہے۔

سید الصادقین

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی سید الصادقین (تذکرہ خواص الامۃ فی احوال الائمہ لسبط ابن جوزی) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی سچون کا سردار ہے۔

سید المسلمین

(۱) عن النواس بن سمعان قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعلی مرحبا بسید المسلمین حین جاءہ علی بن ابی طالب (اخرجہ الدیلمی) نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہین جب جناب امیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے تو حضرت ان کو مرحبا اے مسلمانون کے سردار کہکر پکارتے۔

(۲) عن انس قال بینما انا عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ الآن یدخل سید المسلمین فاذا طلع علی (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین ایک روز مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی ابھی سید المسلمین یہان آئیگا اتنے مین جناب امیر حاضر خدمت ہو گئے۔

(۳) عن عبد اللّٰہ بن اسعد بن زرارۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی انتہیت الی ربی عز وجل فاوحی الی فی علی بثلاث انہ سید المسلمین وولی المتقین وقائد الغر المحجلین (اخرجہ ابن مردویہ) عبد اللہ بن زرارہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شب معراج مین جب ہمنے اپنے پروردگار سے ملاقات کی پروردگار نے علی کے تین لقب ہم کو الہام کیے کہ وہ مسلمانون کا سردار اور متقیون کا دوست اور سفید ہاتھ اور منھ والون کا پیشوا ہے۔

سید المومنین

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ اوحی الی فی علی ثلاثہ اشیاء لیلۃ اسری بی انہ سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الدیلمی) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بتحقیق شب معراج میں پروردگار نے مجھکو علی کے تین لقب القاء فرمائے کہ وہ مومنوں کا سردار اور متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے۔

سید العرب

(۱) عن الحسن بن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعوا الی سید العرب یعنی علیاً فقالت عائشۃ الست سید العرب قال انا سید ولد آدم و علی سید العرب فلما جاءہ ارسل الی الانصار فاتوہ فقال ھذا سید العرب فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبرائیل اخبرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عزوجل (قال ابو نعیم فی حلیۃ الابرار رواہ ایضا ابو البشر عن سعید بن جبیر) واخرجہ محب الطبری فی الریاض النضرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی لیلی عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس انطلق فادع سید العرب الی آخر الحدیث۔ جناب امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرب کے سردار کو میرے پاس بلاؤ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کیا آپ عرب کے سردار نہیں آپنے فرمایا میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں علی عرب کے سردار ہیں جب علی تشریف لائے حضرت نے انصار کو بلایا جب تمام انصار حاضر ہو گئے آپنے ارشاد فرمایا یہی جناب علی تمام عرب کے سردار ہیں میری دوستی کی وجہ سے ان کو دوست رکھو اور میری عزت کی وجہ سے ان کی عزت کرو بتحقیق جبرئیل علیہ السلام نے خدا کا یہ پیغام مجھکو دیا ہے جو میں نے تم سے بیان کیا۔

(۲) عن ام المومنین عائشۃ قالت کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ دخل علی فقال ھذا سید العرب فقلت بابی و امی انت سید العرب فقال انا سید العالمین و ھو سید العرب (اخرجہ البیہقی والحاکم) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ جناب امیر تشریف لائے حضرت ...

ہیں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ عرب کے سردار ہیں فرمایا میں تمام عالم کا سردار ہوں یہ عرب کا سردار ہے۔

(۳) عن مسلمة بن نفیل مرسلا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لعائشۃ یا عائشۃ ان اسرّک ان تنظری سید العرب فانظری الی علی قالت لست سید العرب قال انا امام المسلمین وسید العالمین وھذا سید العرب (اخرجہ الخطیب فی تاریخہ) مسلم بن نفیل سے مرسلاً روایت ہے کہ تحقیق جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ اگر تو عرب کے سردار کو دیکھنا چاہتی ہے تو علی کو دیکھ لے۔ ام المومنین نے عرض کیا کیا آپ عرب کے سردار نہیں فرمایا میں تمام عالم کے رسولوں کا امام اور تمام جہان کا سردار ہوں اور یہ عرب کا سردار ہے۔

(۴) اخرج الدارقطنی عن ابن عباس والحاکم عنہ وعن جابر قالا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم وعلی سید العرب دارقطنی ابن عباسؓ سے اور حاکم ابن عباسؓ اور جابر عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور علیؑ عرب کا سردار ہے۔

صدیق الاکبر

عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیا علی المنبر منبر البصرۃ یقول انا صدیق الاکبر (الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ للمحب الطبری) معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیرؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں۔

(۲) عن ابی ذر الغفاریؓ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لعلی انت اول من آمن بی وصدق وانت صدیق الاکبر (اخرجہ الحاکم نقلت من الریاض النضرۃ) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ علی کو فرما رہے تھے تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری تصدیق کی ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۳) عن سلمان الفارسی وابی ذر الغفاری قالا اخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بید علی فقال ان ھذا اول من آمن بی وھذا فاروق ھذہ الامۃ وھذا یعسوب المومنین وعنہ من

يصافحني يوم القيمة وهذا صديق الاكبر (اخرجه الطبراني والديلمي الطبراني في الكبير في مسند سلمان) سلمان فارسی اور ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تحقیق یہ وہ ہی جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور یہ اس امت میں حق اور باطل کے درمیان فرق کرنیوالا ہے اور یہ مومنون کا یعسوب یعنی امیر ہے اور یہ وہ ہے جو قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کریگا - اور یہ صدیق اکبر ہے۔

(۴) عن عباد بن عبد اللہ قال علی انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا صدیق الاکبر لا یقولہا ذالک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین (اخرجہ احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبۃ فی سننہ وابن عاصم فی السنۃ وحافظ ابو نعیم فی الحلیۃ والعقیلی) عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب امیر فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا مگر جھوٹ بولنے والا میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

(۵) عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیا یقول علی المنبر منبر البصرۃ انا صدیق الاکبر آمنت قبل ان یؤمن ابو بکر واسلمت قبل ان یسلم ابو بکر (نقلہ ابن قتیبۃ فی المعارف) معاذۃ العدویہ کہتی ہے میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں قبل اسکے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لاتے میں ایمان لایا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لایا ہوں۔

(۶) عن ابن عباس وابی لیلی قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مومن یاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم (اخرجہ البخاری عن ابن عباس واحمد عن ابی لیلی) ابن عباس اور ابو لیلی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صدیق تین ہیں - اول حبیب النجار الیاسین یعنی جناب عیسی علیہ السلام کے حواریین پر ایمان لانیوالا جس نے یہ کہا تھا اے میری قوم کے لوگو نبیوں کی متابعت کرو۔

اور فرعون کے گروہ سے ایمان لانے والا حزقیل جس نے یہ کہا تھا اے لوگو تم ایسے شخص
کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا پالنے والا خدا ہے۔ اور علی بن ابی طالب ان سے افضل ہے

(۷) عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ من یطع اللہ والرسول فاولٓئک مع الذین انعم اللہ
علیہم قال علی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک ان نحن نزور بعضنا فی الجنۃ قال یا علی ان لکل نبی رفیقا
اول من اسلم من امتہ فنزلت ہذہ الآیۃ فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین
والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٓئک رفیقا فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علیا فقال ان اللہ تعالیٰ قد انزل بیان ما سألت فجعلک رفیقی لانک اول
من اسلم وانت صدیق الاکبر (تفسیر ابن الحجام) ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت
کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے (جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت کی ہے پس
وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری ہے) روایت کرتے ہیں کہ جناب
امیرؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حضور کو جنت میں بھی دیکھ
سکیں گے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے جو اس پر سب سے
پہلے اسلام لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر خدا نے
اپنی نعمت نازل کی ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں ساتھ
ہونگے اور یہ لوگ ان کے اچھے رفیق ہونگے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب
امیرؑ کو بلایا اور فرمایا علی خدا تعالیٰ نے تیرے سوال کا بیان نازل فرمایا ہے اور تجھے میرا
رفیق بنایا ہے۔ کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

فاروق اعظم

(۸) عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول لعلی انت صدیق الاکبر وانت الفاروق الاعظم
الذی یفرق بین الحق والباطل (الریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ للمحب الطبری) حضرت
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ جناب امیرؑ سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر ہو اور فاروق اعظم ہو کہ تم حق اور باطل میں فرق کر دو گے

(۹) عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اولا من امتی لی د

هذا اول من یصافحنی یوم القیمة وهذا صدیق الاکبر وهذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق والباطل وهذا یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین (اخرجه الدیلمی) والطبرانی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر کی نسبت فرماتے تھے یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے۔ اور یہ وہ ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے روز مجھ سے ملیگا۔ اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور مومنوں کا یعسوب (یعنی امیر ہے) اور مال منافقوں کا امیر ہوتا ہے۔

(۳) عن ابی لیلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون من بعدی فتنة فاذا کان ذالک فالزموا علیا فانه الفارق بین الحق والباطل (اخرجه الخوارزمی والدیلمی) وابن عبد البر فی الاستیعاب۔ ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم حضرت علی کی اعتبار کرو۔ بتحقیق وہ حق و باطل میں فرق کرنیوالا ہے۔

خاتم الوصیین

عن انس قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس اسکب لی وضوء فتوضی و صلی ثم انصرف فقال یا انس اول من یدخل علی الیوم امیر المومنین و سید المسلمین و خاتم الوصیین و امام الغر المحجلین فجاء علی حتی ضرب الباب فقال من هذا یا انس فقلت علی فقال افتح له فدخل (اخرجه ابو بکر ابن مردویه) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس پانی لاکر ہمیں وضو کرا پس حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر آپ لوٹ بیٹھے اور ارشاد فرمایا آج جو شخص کہ سب سے پہلے میرے پاس آیگا وہ امیر المومنین اور خاتم الوصیین اور سید المسلمین اور منہ ہاتھ پاؤں اور سفید والوں کا امام ہے۔ اتنے میں جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے دروازہ کھٹکھٹایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا اے انس دروازہ پر کون ہے میں عرض کیا کہ جناب امیر ہیں حضرت نے فرمایا دروازہ کھولدیں کہ دروازہ کھولدیا جناب امیر اندر تشریف لے گئے۔

خیر الوصیین

عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الان یدخل سید المسلمین و امیر المومنین

وخیر الوصیین اذ طلع علی ابن ابی طالب (اخرجہ الدیلمی و ابوبکر بن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا ابھی اسی وقت سید المسلمین اور امیر المؤمنین اور خیر الوصیین آئیگا اتنے میں جناب امیر تشریف لائے۔

الوصی

عن ابی سعید الخدری عن سلمان الفارسی قال قلت یا رسول اللہ لکل نبی وصی من وصیک فقال ھل تعلم من وصی موسیٰ قلت نعم یوشع بن نون قال لم قلت لانہ کان اعلمھم قال فان وصیی موضع سری وخیر من اترک بعدی وینجز عداتی ویقضی دینی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ) والطبرانی فی الکبیر فی سند سلمان الفارسی) ابو سعید خدری سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہر ایک نبی کیلئے وصی ہوتا رہا ہے حضور کا وصی کون ہے۔ فرمایا تو جانتا ہے کہ موسیٰ کا وصی کون تھا میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا کیوں میں نے گذارش کیا اسلئے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ نے فرمایا پس میرا وصی اور میرا رازدار۔ اور جن لوگوں کو کہ میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر اور میرے وعدوں کو پورا کرنیوالا اور میرے قرضوں کا ادا کرنیوالا علی بن ابی طالب ہے۔

(۲) عن انس بن مالک قال حدثنی سلمان انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اخی و وزیری ووصیی خیر من اخلف بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن مردویہ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا وصی اور میرے پیچھے رہنے والوں میں سب سے افضل علی بن ابی طالب ہیں۔

(۳) عن سلمان قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تدری من کان وصی موسیٰ قلت یوشع بن نون فقال وصیی فی اھلی وخیر من اخلفہ بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن مردویہ) سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]

کیا تجھے معلوم ہے کہ موسیٰ کا وصی کون تھا۔ میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا
میرا وصی میرا اہل ہیں اور جن کو کہ میں اپنے بعد میں چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر علی بن ابی
طالب ہے۔

(۴) عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل نبي وصي ووارث وان عليا
وصيي ووارثي (اخرجه البغوي في معجمه والديلمي في فردوس الاخبار) بریدہ رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ایک نبی کا ایک وصی اور
وارث ہوتا رہا ہے۔ میرا وصی اور وارث علی ہے۔

(۵) عن انس قال قلنا لسلمان سل النبي صلى الله عليه وسلم من وصيه فقال سلمان من
وصيك يا رسول الله فقال يا سلمان من كان وصي موسى فقال قلت يوشع بن نون قال
فان وصيي ووارثي ويقضي ديني وينجز موعدي علي بن ابي طالب (اخرجه احمد في مناقبه)
انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا تم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھو کہ حضور کا وصی کون ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جناب کا وصی کون ہے
حضرت نے فرمایا اے سلمان موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون تھا۔ سلمان نے عرض کیا یوشع بن
نون۔ جناب نے ارشاد فرمایا کہ میرا وصی اور وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کا
پورا کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔

(۶) عن علي قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم انت اخي ووارثي ووصيي قلت ما ارث
منك يا نبي الله قال ما ورث الانبياء من قبلي قلت ما ورث الانبياء من قبلك قال
كتاب ربهم وسنة نبيهم (اخرجه ابن الحضرمي) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب
سرور انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد کیا تو میرا بھائی اور وارث اور وصی ہے۔ میں نے
عرض کیا یا نبی اللہ مجھے حضور سے کیا ورثہ ملیگا۔ فرمایا جو ورثہ کہ مجھ سے پہلے انبیاء نے چھوڑا ہے۔ میں نے
عرض کیا حضور سے پہلے انبیاء نے کیا ورثہ چھوڑا ہے۔ فرمایا کتاب اللہ اور پہلے نبی
کی سنت۔

(۷) عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا علي انت اخي ...

وصیی فقال علی ما ارث منک قال ما یرث النبیون بعضہم بعضا قال اللہ و رسولہ اعلم فقال کتاب اللہ و سنۃ نبیہ (اخرجہ ابن الحضرمی) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جناب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے ارشاد کیا تو میرا بھائی اور وارث اور وصی ہی جناب امیر نے گذارش کیا حضور کا کیا ورثہ ملیگا فرمایا اگلے نبیون نے ایکدوسرے کیا ورثہ پایا ہے جناب امیر نے عرض کیا کہ خدا اور اسکا رسول ہی جانتا ہوگا پس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ اور نبی کی سنت۔

(۹) عن حبۃ العرنی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی اوصیک بالعرب خیرا (اخرجہ ابن السراج) حبۃ العرنی جناب امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی علیہ السلام میں تمکو عرب کے ساتھ نیکی کرنیکی وصیت کرتا ہون۔

(۱۰) عن حبیش بن زرین قال رأیت علیا یضحی بکبش فقلت لہ ما ھذا قال اوصانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اضحی عنہ (اخرجہ احمد) حبیش بن زرین کہتے ہیں میں نے جناب امیر علیہ السلام کو ایک مینڈھے کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا میں نے گذارش کیا یہ کیا ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کرون۔

(۱۱) عن ام المومنین ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی اختار من کل امۃ نبیا و اختار لکل نبی وصیا و انا نبی ھذہ الامۃ و علی وصیی فی عترتی و اھل بیتی و امتی من بعدی (اخرجہ ابو بکر الخوارزمی) جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ جناب سید انبیا علیہ التحیۃ والثنا فرماتے تھے بالتحقیق ہر ایک امت سے خدا تعالی نے ایک نبی منتخب کیا ہی اور ہر ایک نبی کیلئے اسکی امت سے ایک وصی انتخاب فرمایا ہے میں اس امت کا نبی ہون اور میرے بعد میری امت اور میری عترت اور میرے اہل بیت میں میرا وصی علی ہے۔

رأت ما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجہد والضعف استعبرت فبکت حتی سال
الدموع علی خدیہا فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمۃ ان لکرامۃ اللہ ایاک
زوجتک من اقدمہم سلما واکثرہم علما واعظمہم حلما ان اللہ تعالیٰ اطلع الی اہل الارض
اطلاعۃ فاختارنی منہم فبعثنی نبیا مرسلا ثم اطلع اطلاعۃ فاختار منہم بعلک فاوحی اللہ
الی ان ازوجہا ایاک واتخذہ وصیا (اخرجہ الدارقطنی) واخرج الطبرانی والخطیب
من ابن عباس والحاکم عنہ وابی ہریرۃ) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
جب جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کیلئے
تشریف لائیں حضور پر ضعف اور تکلیف دیکھکر رونے لگیں حتی کہ دونوں رخسار مبارک
پر اشک جاری ہوگئے یہ دیکھکر سرکار نے ارشاد کیا اے فاطمہ اللہ کی خاص مہربانی تھی
تیرے حق میں کہ میں نے تیرا نکاح ایسے کے ساتھ کیا کہ وہ اسلام لانیمیں سب سے مقدم اور
سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور حلم میں سب سے بڑا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے زمین کے رہنے والوں
کو خوب دیکھکر انمیں سے مجھے انتخاب کیا اور مجھے نبی مرسل بنایا۔ پھر دوبارہ اچھی طرح
سے دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب کیا اور مجھے وحی بھیجی کہ میں اسکے ساتھ تیرا نکاح
کروں اور اسکو اپنا وصی بناؤں۔

(۱۲) عن ابی ہارون العبدی قال اتیت ابا سعید الخدری فقلت لہ ہل شہدت بدرا
فقال نعم فقلت الا تحدثنی بشیٔ مما سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی فقال
یا بنی اخبرک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض مرضۃ نقہ ودخلت علیہ فاطمۃ
تعودہ وانا جالس من یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رأت ما برسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من الضعف خنقتہا العبرۃ حتی بدت دموعہا علی خدہا فقال لہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما یبکیک یا فاطمۃ قالت اخشی الضیعۃ یا رسول اللہ فقال یا فاطمۃ
ان اللہ اطلع الی اہل الارض اطلاعۃ فاختار منہم اباک ثم اطلع ثانیۃ فاختار منہم
بعلک فاوحی الی فانکحتہ واتخذتہ وصیا وما علمت انک بکرامۃ اللہ ایاک زوجک
اعلمہم علما واکثرہم حلما واقدمہم سلما فضحکت واستبشرت فاراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان یزیدھا موید الخیر کملا الذی قسمہ اللہ تعالے لمحمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا یا فاطمۃ لعلی ثمانیۃ اضراس یعنے مناقب ایمان باللہ و رسولہ و حکمتہ و زوجتہ و سبطاہ الحسن والحسین و امرہ بالمعروف ونہیہ عن المنکر یا فاطمۃ انا اھل البیت اعطینا ست خصال لم یعطہا احد من الاولین ولا یدرکہا احد من الاخرین نبینا خیر الانبیاء وھو ابوک وصینا خیر الاوصیاء وھو بعلک وشہیدنا خیر الشہداء وھو حمزۃ عم ابیک ومنا سبطا ھذہ الامۃ وھما ابناک ومنا مہدی ھذہ الامۃ الذی یصلی عیسے خلفہ ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من ھذا مہدی الامۃ اخرجہ الدار قطنی الی ہارون العبدی کہتے ہیں میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے جاکر پوچھا آپ تم جنگ بدر میں حاضر تھے کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا کیا تم مجھے نہیں بتا سکتے جو کچھ کہ تم نے علی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہنے لگے اے میرے بیٹے میں تجھے سناتا ہوں کہ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوکر ضعیف ہو گئے جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کیلئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں میں سرکار کے داہنے طرف بیٹھا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ضعف اور ناتوانی کا غلبہ دیکھکر رونے لگیں یہاں تک کہ رونے سے انکا دم گھٹ گیا اور رخسارونپر آنسو نکل آئے سرکار نے فرمایا یا فاطمہ تم کیوں روتی ہو۔ گذارش کیا کہ حضور کے بعد میں اپنے ہلاک ہونے سے ڈرتی ہوں۔ آپ نے ارشاد کیا بالتحقیق پروردگار عالم نے زمین کے باشندوں کو اچھی طرح سے دیکھا اور تیرے باپ کو ان میں سے منتخب کیا پھر دوبارہ دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب فرمایا پس مجھے الہام کیا اور میں نے تیرا نکاح اس سے کردیا اور اسکو اپنا وصی بنایا تم نہیں جانتے ہو کہ خدا تعالے نے خاص تمہارے حق میں کیا مہربانی کی ہے کہ تیرا شوہر سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ حلم والا اور اسلام لانے میں سب سے زیادہ پہلے ہے جناب سیدہ یہ سنکر تبسم فرمانے لگیں اور خوش ہو گئیں۔ جناب سرور کائنات نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ خیر سے حصہ دیا جاوے جسکا پروردگار نے محمد اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حصہ دیا ہے پس حضرت نے فرمایا فاطمہ علی کے آٹھ تیز دانت ہیں یعنی آٹھ مناقب ہیں اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ اور اسکی حکمت اور اسکی زوجہ مطہرہ اور اسکی اولاد یعنی

حسن اور حسین کہ وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں - سو اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھی باتوں کا
کرنا اور بری باتوں سے بچنا ۔ یا فاطمہ ہم اہلبیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ ہمارے سوا ہم سے پہلے کسی کو بھی نہیں
دیگئیں اور ہم سے پیچھے آنیوالے بھی نہیں حاصل کر سکینگے - ہمارا نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے - اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا
وصی سب اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تیرا شوہر ہے اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے بہتر ہے یعنی حمزہ وہ تیرے باپ کا چچا ہے اور
اس امت کے سبطین وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں اور اس امت کا مہدی بھی ہم میں سے ہے جسکے پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
نماز پڑھینگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حسین علیہ السلام کے کندھے مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا اسی سے مہدی امت اس
پیدا ہوں گے -

(۳۷) عن الاسود بن یزید قال ذکروا عند ام المؤمنین عائشة ان علیا کان وصیا وفی روایة انهم ذکروا انه
وصی فقالت متی اوصی الیه ذکرت انما دعا بالطست من رسول الله صلی الله علیه وسلم حین توفاه راسه بین سحری
ونحری (۱) اسود بن یزید سے روایت ہے کہ لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر
ذکر کیا کہ علی وصی تھے دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے ذکر کیا کہ وصی ہیں پر ام المؤمنین نے انکی تکذیب کی
بلکہ ذکر کیا کہ میں نے خود اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات کیوقت سنا تھا -

(۳۸) عن ابی برزة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالی عهد الی فی علی عهدا فقلت یا رب بینه لی فقال اسمع
فقلت سمعت فقال ان علیا رایة الهدی وامام اولیائی ونور من اطاعنی وهو الکلمة التی الزمتها المتقین من احبه احبنی ومن
ابغضه ابغضنی فبشره بذلک فجاء علی فبشره فقال یا رسول الله انا عبد الله وفی قبضته فان یعذبنی فبذنبی وان یتم
الذی بشرنی به فالله اولی بی قال قلت اللهم اجل قلبه واجعل ربیعه الایمان فقال الله تعالی قد فعلت به ثم انه
رفع الی انه سیخصه من البلاء بشی لم یخص به احدا من اصحابی فقلت یا رب اخی وصاحبی فقال ان هذا شی قد سبق انه مبتلی و
مبتلی به اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (۱) ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے مجھ سے علی کے
میں ایک عہد کیا پس میں نے کہا اے رب اسکو میرے لئے بیان کر حق تعالی نے فرمایا سن میں نے عرض کیا کہ سنتا ہوں تو فرمایا کہ علی ہدایت کا نشان
اور میرے دوستوں کا امام اور جو میری اطاعت کرے اسکا نور ہے اور وہ ایسا کلمہ ہے کہ پرہیزگاروں کو اسکو لازم کر دیا ہے جسنے اس سے محبت کی اسنے مجھ سے محبت کی اور جسنے اس سے دشمنی کی
اسنے مجھ سے دشمنی کی پس تو اسکو بشارت دیدے اسکے بعد علی آئے پس انکو بشارت دی وہ کہنے لگے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسکے قبضہ میں ہوں اگر مجھکو عذاب دے
تو میرے گناہ کے سبب ہے اور اگر وعدہ پورا کرے جسکی بشارت دی ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ مہربان ہے جناب رسول
نے فرمایا کہ میں نے دعا کی کہ بار الہا اسکے دلکو روشن کر اور اسکو ایمان کی بہار بنا - پس حق تعالی نے فرمایا کہ

مین بٹے ادمی ایسا ہی کر دیا ہی یہ میری طرف یہ حکم کیا اللہ تعالیٰ علی کو ایسی بلا کو آزمائش کریگا۔ کہ جب
اصحاب مین کسی صحابی کو نہین کیا پس مین نے عرض کیا اے پروردگار یہ میرا بھائی اور وصی ہی
اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بات ہو چکی ہی اور وہ ضرور اسمین مبتلا ہوگا اور اسکے ساتھ لوگونکی آزمائش
کیجائیگی۔

وجہ استدلال - ہمارا استدلال ان احادیث سے اس وجہ سے نہین ہے کہ اسمین کوئی قول
مولوی عبید اللہ صاحب کا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ خود لکھتے ہین جب جسقدر کتب خانہ
ریاست رامپور تھے اوسوقت اس مواد کو کتابون سے جمع کیا پھر کتبخانہ خدابخش خان وکیل پٹنہ
کی سیر کی اور لکھنؤ دہلی کا سفر کرتے رہے۔ غرض جس دروازہ سے جو کچھ بھیک کا ٹکڑا ملا اوسے اپنے
کشکول گدائی میں بھر لیا۔ نہ اسمین منتقین کے پیچیدہ استدلال ہین نہ فلسفیانہ نازک خیال
ہین نہ کسی مذہب پر کوئی اعتراض کیا ہے نہ کسی اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اور نیز اس خیال سے کہ مولف کا حق ادا ہو جسنے جمع و تالیف کتاب مین مشقت اٹھایا جزاہ اللہ خیرا
غرض ان احادیث کے دیکھنے کے بعد مسلمانونکو اختیار ہی کہ وہ جناب امیر کو خلیفہ اور وصی رسول
تسلیم کرین یا نہ کرین۔

دفع شبہہ ہان یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ پہر کیا وجہ ہے کہ خلاف کیا ہین یعنی کچھ علما نے اس
حدیث عشیرہ کو جسمین حضرت نے جناب امیر کو اپنا خلیفہ اور وصی و اخی و وزیر
ہونا بیان کیا ہے لکھا ہے اور کچھ لوگون نے نہین لکھا چنانچہ بخاری و مسلم نے ان روایات کو
لکھا ہی نہین۔ تو اسکی وجہ یہ ہی کہ مذہب اہلسنت والجماعت یہ ہے کہ جب سے خلیفہ دوم نے
رسول اللہ کی نسبت کہا ان الرجل لیھجر یہ آنحضرت ہذیان کہ رہا ہے اوسوقت سے یہ اصول قائم ہوگیا
قول رسول کو خلافت کے بارہ مین کسی طرح کی مداخلت ہی نہین کیونکہ یہ فرض رعایا کا ہے
کہ وہ اپنا خلیفہ آپ مقرر کرین۔ اسی لئے اصول خلافت یہ ہین (۱) بیعت اہل حل
وعقد جس سے خلیفہ اول بنے۔ (۲) استخلاف خلیفہ سابق کا نص کرجانا خاص پر جس سے
خلیفہ دوم خلیفہ بنے۔ (۳) شوری منتخب لوگون کا کسیکو خلیفہ بنانا جس سے خلیفہ ثالث خلیفہ
بنے (۴) قہر و استیلا جس سے معویہ خلیفہ بنے۔ یہ اصول سابق کہ ہیہ اور حال مین جمہوریہ

ہے جس کو سلاطین عثمان ترکی خلیفہ ہے

لہذا جن علما نے ان حدیثوں کو اپنی کتابون مین لکھا اونہون نے یہ سمجھا کہ ان حدیثوں سے
مذہب اہلسنت کی مخالفت نہین لازم آتی کیونکہ قول خدا و رسول کو اصول دین مین دخل نہین
لہذا اگر ایک نہین ہزار ایسی حدیثین بہی ہون تو مذہب اہلسنت پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا لہذا
ان حدیثون کو اونہون نے لکھدیا اور تسلیم بہی کیا۔

اور جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ اس سے عوام پر اثر پڑیگا اور وہ خیال کرینگے کہ حکم رسول یون تہا
اور کیا گیا اوسکے خلاف تو اونہون نے ان حدیثون کو لکہا ہی نہین۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ
اسی خیال کے تہے چنانچہ بخاری نے اوس واقعہ شب ہجرت کو بہی نہ لکہا کہ حضرت نے
جناب امیرؑ کو اپنی سبز چادر اوڑھا کر سفر ہجرت کیا تہا جو تمام عالم مین مشہور ہے بخلاف اسکے
ہجرت ابوبکر کو کہ اونہون نے راہ مین ناجایز درود لاکر جناب رسالتمآب کو ایذا دی بالکل
دروغ بے سات بکہہ پر لکہا ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ رابعہ و خامس۔

غرض ان علما کا ان احادیث کو لکہنا مضر مذہب اہلسنت ہے کیونکہ خلافت کی بنا اجماع
پر ہے نہ قول خدا و رسول پر۔ اور ان علما کا لکہنا مضر مذہب اہلسنت نہ تہا کیونکہ وہ اس کے قایل
تہے خلافت بنص رسول نہین ہوتی۔ ہان جن حضرات نے نہین لکہا اونپر دوسرا جرم
قایم ہوتا ہے کہ عمداً احادیث رسول کو مخفی رکہا۔

اس واقعہ کے تصدیق کے لیے ہم ابن حجر مکی کے تطہیر الجنان کو پیش کرتے ہین صفحہ ۹۳
ملاحظہ ہو۔

ان ذکر ھذہ المباحث السابقۃ لا حصر لانبائی ما اطبق علیہ ائمۃ
صول معتبرھم ان سلف ما شجر بین الصحابۃ رضی اللہ عنہم لما مر فی معاد
مبسوطا مستوفی فراجعہ فانہ مہم و لہذا نجاب من نحو الحافظ النووی ذکر
ولا ای الامام احمد بن حنبل و لقیۃ اصحاب السنۃ التی حکی عنہا فی کتاب جمیع
المرحابہ ذکر ما کان بین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اخرجہ
فی کتبہم مع کونہم حفاظ الاسلام ما ذکر تہ

خلافت ناقاب

مشاجرات صحابہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا حال میں لکھا گیا اسکو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ بخلاف ہے
اس قاعدہ کا جس پر اتفاق کر لیا ہے۔ ائمہ اصول نے کہ ان روایات سے کف لسان کرنا چاہیے جو درمیان
صحابہ گذرا کیونکہ ہم اسکو تفصیل وار بیان کر چکے ہیں اور اس سے حافظ نور الدین ہیثمی کے اس قول
کا بھی جواب نکل آیا جو انہوں نے کہا کہ اگر امام احمد بن حنبل وغیرہ ان واقعات کو نہ
لکھتے جو خلفاء اسلام سے ہوئے تو ہم بھی ان واقعات کو نہ لکھتے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اصلی واقعات کے اخفا میں کس قدر کوشش کی گئی تھی کہ امام احمد وغیرہ اسکو
نہ لکھتے ہوتے تو یہ حالات بھی نہ معلوم ہوتے اسی سے اس حدیث خلافت و وصایت کو بھی
سمجھئے کہ امام احمد بن حنبل نے تو کس طرح کثرت سے لکھا تھی مگر بخاری و مسلم وغیرہ نے بالکل
اڑا دیا کچھ بھی نہ لکھے حالانکہ امام احمد بن حنبل انکے استاد تھے اور صدہا حدیثیں انہیں سے
حاصل کیں اور درج صحیح کیا مگر اس حدیث کو نہ لکھا۔

رجوع بطرف کلام مخاطب۔ چونکہ کافی تحقیقات اسکی ہو چکی کہ جس روز حضرت نے اپنی نبوت
و رسالت کا اعلان کیا ہے اسی روز حضرت نے جناب امیر کی خلافت و وصایت و اخوت و
وزارت کا بھی عام مجمع میں اعلان کیا بلکہ اسی معاہدہ کے ساتھ حضرت نے لوگوں سے اسلام پر بیعت
بھی لی چنانچہ مودۃ القربی سید علی ہمدانی میں ہے صفحہ ۱۴ عن ابی ھریرۃ قال قیل یا رسول
اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال قبل ان خلق آدم و نفخ الروح فیہ قال واذ اخذ ربک
من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالت الملائکۃ
بلی فقال انا ربکم ومحمد نبیکم وعلی امیرکم وعن علیۃ بن عامر [illegible] قال بایعنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد نبیہ و علی وصیہ
باصبعہ وقال لنا احبوا هذا فان اللہ یحبہ واستحیوا منہ فان اللہ یستحیی منہ
[illegible] هولاء الثلاثۃ ترکنا کفرنا۔ ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ کسی نے سوال کیا یا حضرت
آپکی نبوت کس وقت سے واجب ہوئی تو فرمایا قبل اسکے کہ آدم کو پیدا کرے اور ان میں نفخ روح کرے جسکی
طرف ورود قرآن میں اشارہ ہے کہ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم اور ان سے
گواہ لیا یا ملائکہ نے آواز کی تو خداوند عالم نے فرمایا میں تمہارا رب ہوں اور محمد نبی ہیں اور علی امیر تمہارا ہے

بیعت اسلام پر جناب امیر کی وصایت

علامہ بن عامر جیسی روایت ہی کریم حضرت اسطرح پر جیسا کہ ہم نے کہی خدا واحد لاشریک ہے اور محمد اوسکے نبی ہیں اور علی اون کے وصی ہیں اگر ہم اس کو ترک کریں تو کافر ہو جائیں اور حضرت نے فرمایا اسکو دوست رکھو کہ خدا اوسکو دوست رکھتا ہے اور اوس سے حیا کرو کہ خدا اوس سے حیا کرتا ہے تو اب ان تصریحات صریحہ کے ساتھ ہم کو اس کی ضرورت نہیں کہ بقیہ کلام مخاطب کے طرف توجہ کریں کیونکہ یہ اونہیں لوگوں کی رائے ہے جنہوں نے اظہار حق کو کبھی پسند نہیں کیا ورنہ یہ مخالف کیوں ہوتے

اگر یہ لوگ کسیطرح بھی حق کے طرفدار ہوتے یا اسلام پر صدق دل سے اعتقاد لائے ہوتے تو سمجھ جاتے کہ جسطرح توحید کا اقرار بغیر رسالت ناممکن ہے اوسیطرح رسالت کا اقرار بھی بغیر اقرار وصایت ناممکن ہے کیونکہ رسول ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لہذا اوسکا وصی ایسا ہونا چاہئے جو نبی کے تعلیمات کو اتنے عرصے تک زندہ او رقائم رکھے بندگان خدا پر حجت خداوند عالم تمام ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جسطرح اسلام کی ابتدا اقرار رسالت و وصایت سے ہوئی اوسیطرح اوس کی تکمیل اور اتمام اوس وقت ہوا کہ رسول نے اپنے وصی و خلیفہ کو علی رؤس الاشہاد ظاہر کر دیا جس پر آیہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی شاہد ہے۔ ان فرق اسقدر ہے کہ اسلام کے ابتدا میں مخاطب کفار تھے جنکے سامنے یہ بنا دین پیش ہوئی و الانتہا اور تمام نعمت و اکمال دین کے مژدہ سننے والے مسلمان تھے چنانچہ تفسیر ابن مردویہ کتاب ما نزل من القرآن فی علی حافظ ابو نعیم اصفہانی مناقب ابو الحسن بن محمد بن خطیب معروف بابن المغازلی الشافعی و کتاب المناقب اخطب خوارزم خصائص ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی۔ توضیح الدلائل شہاب الدین احمد مفتاح النجا علامہ مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی اور تاریخ ابن واضح کاتب عباسی معروف بہ یعقوبی میں مذکور ہے کہ جب حضرت نے مقام خم غدیر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تو خدا نے یہ آیہ نازل نازل کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ کہ آج کے روز ہم نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام پر ہونے کو پسند کیا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب ں کے بعد انکار وصایت جناب امیر کے متعلق پہلے لفظ وصیت کی تحقیقات کی ہے کہ وصیت اوس حکم کو کہتے ہیں جسکا بعد موت نافذ کرنیکا حکم دیا جائے یا اوس تملیک کو کہتے ہیں جو منسوب بالبعد الموت ہو اور کبھی بمعنی مطلق حکم بھی آتا ہے۔ اسکے بعد لکھتے ہیں غرض یہ کہ یہاں وصایت بمعنی امر نہیں ہے بلکہ اس جگہ مراد وصایت بالخلافۃ ہی لینا صحیح ہے اور یہی مورد بحث ہے۔ اور اس کے قائل صرف شیعہ ہیں اور بس۔

اسکی ابتدا۔ وصایت کے مسئلہ کی ابتدا ۳۵ھ یا اوس کے لگ بھگ سے شروع ہوئی جو حضرت عثمان کی خلافت کا اخیر وقت تھا۔

کس نے ایجاد کی اول اول اس قول وصایت بالخلافۃ کا موجد اور بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ اس کے پہلے اسے کوئی جانتا بھی نہ تھا نہ اس سے کسی کے کان آشنا تھے

پہلے پہل یہ صدا کہاں سے اوٹھی پہلے پہل یہ صدا مصر میں اوٹھی وہ بھی ایک خاص غرض کے لئے اور جن ہی صحابہ نے سنی فی الفور اسکی تردید کی۔ یہ قول اپنے خیال کی بنا پر عبداللہ بن سبا نے لوگوں کے کانوں میں ڈالا کہ ہر نبی کیلئے ایک **وصی** ہوا کرتا ہے بس جیسے حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علیؓ تھے ملل و نحل شہرستانی صہ۱۱ میں ہے۔ وکان یقول فی یوشع بن نون وصی موسیٰ مثل ما قال فی علی علیہ السلام

اقول نزاع لفظی مناسب نہیں کیونکہ یہاں وصایت بالخلافت کے سوا دوسرا کوئی معنی نہیں مراد ہو سکتا کیونکہ حضرت نے جناب امیر کے نسبت چار لفظ فرمائے ہیں۔ ھذا وصی ووزیری واخی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ جس سے کل بنی ہاشم نے بھی سمجھا کہ حضرت جناب امیرؑ کو اپنا خلیفہ و وصی قرار دیتے ہیں جس پر کفار نے بطور مضحکہ ابوطالب سے کہا لو تمکو حکم دیا گیا ہے کہ بیٹے کی اطاعت کرو۔ رہا یہ کہ اسکے قائل

صرف شیعہ ہین تو اوسوقت مانا جا سکتا ہے کہ کہا جائے علماے اہلسنت تمام مخالف
احکام خدا اور رسول کے ہین کیونکہ ایک نہین بیشمار حدیثین اسکی مدلل ہو چکین کہ خود حضرت
نے جناب امیر کو وصی کہا اور خیر الوصیین اور خاتم الاوصیا کے خطاب سے مخاطب کیا لہذا یہ
کہنا کہ اسکے قائل صرف شیعہ ہین یہ کہنا ہے کہ علماے اہلسنت قول رسول کو
نہین مانتے جسکی جرات کوئی سنی نہین کر سکتا۔

کہنا یہ کہ اسکی ابتدا سنہ ۳۵ھ سے ہوئی جو حضرت عثمان کے خلافت کا اخیر وقت تہا عبد اللہ
بن سبا اسکا موجد ہوا تو یہ اوسوقت قابل تخاطب سمجھا جا سکتا ہے کہ جو کتب مین اوس وقت
دنیا مین اہلسنت کی موجود ہین سب جلا دی جائین اور جتنے صحابہ تہے وہ سب مقلد عبد اللہ
بن سبا مانے جائین کیونکہ ایک نہین صدہا صحابہ کی روایتین آپنے دیکہی ہین کہ حضرت کے
وصایت وخلافت کے متعلق انہون روایت کی تو کیا یہ سب مقلد ابن سبا تہے اگر
آپ کتاب ابن مغازلی شافعی دیکہے ہوتے تو معلوم ہوتا جناب امیرؑ کی وصایت قبل از
خلقت حضرت آدمؑ قائم ہے حضرت فرماتے ہین فاخرجنی نبیا وعلیا وصیا۔
کہ خدا نے حضرت آدم کے خلقت کے چودہ ہزار برس قبل محمدؐ کو نبی بنایا اور علی کو وصی
پس یہ کس قسم کی ایمانداری ہے کہ آپ حضرت کے وصایت کو اور اونکا موجد عبد اللہ بن
سبا کو قرار دیتے ہین۔

چونکہ عبد اللہ بن سبا کی تحقیقات کامل طور بر رد التحفہ مین ہو چکی ہے لہذا اوسکے اعادہ کی
ضرورت نہین ورنہ ایک پوری جلد اسمین صرف ہوگی۔

ہان ملل ونحل کا حوالہ تو دیدیا مگر یہ نہ بتایا کہ اونکو یہ قول عبد اللہ بن سبا کس ذریعہ
سے ملا کیونکہ سند تو کسی نے دی نہین اور وہ سند لاتے کہان سے جبکہ خود تاریخ طبری مین اسکی
کوئی سند نہین کہ عبد اللہ بن سبا کا وجود یا اوسکا اغوا کس سلسلہ روایت سے ہو چکا۔
غضب خدا کا آپ کہتے ہین ورنہ اسکے کان آشنا نہ تہے کیا رسول اللہ بہی اس سے
ناواقف تہے یا جن صحابہ نے اسکی روایت کی وہ سب مفتری تہے حالانکہ حدیث انت

خارجی اس سے انکار نہین کر سکتا صحیح بخاری و صحیح مسلم مین یہ روایت موجود ہے لو کیا حضرت ہارون بھی وصی حضرت موسیٰ نہ تھے کیونکہ رسول اللہ نے اس حدیث کے ذریعہ سے اون کل مراتب کو جناب امیر کے ثابت کیا جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کے حاصل تھے باستثناء نبوت اگر آپ کو کتب اہلسنت کو کبھی مس ہوتا تو معلوم ہوتا جناب امیر کی وصایت بلکہ کل ائمہ کی وصایت و امامت بحد رسول سے ثابت ہے جنانچہ ینابیع المودۃ مین یہ فرایا ہے ایک حدیث طولانی مین فاخبرنی عن وصیک من ھو فما من نبی الا وله وصی و ان نبینا موسی ابن عمران اوصی یوشع بن نون فقال ان وصی علی بن ابی طالب وبعد سبطانی الحسن والحسین یتلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسین قال یا محمد فسمہم لی ص ۳۴۹

یعنی نعثل یہودی نے حضرت سے پوچھا کہ کوئی نبی بغیر وصی نہیں گذرا ہے تو بتائے آپ کا وصی کون ہے حضرت نے فرمایا علی بن ابیطالب اور بعد اونکے ہمارے دونون سبط یعنی حسنؑ و حسینؑ اور اونکے بعد نو امام صلب حسینؑ سے جب برادس نے کہا سب کا نام بتائے حضرت نے سب کا نام بنام ادس سے بتایا اوس سے اسکا بھی پتہ چل سکتا ہے کہ اہلسنت نے جو مشہور کر رہے ہے کہ عبد اللہ بن سبا اسکا موجد ہے تو اوسکی اصلیت بھی یہ ہے کہ نزاعون یہود جو حضرت پر ایمان لائے تو اونہون نے رسول اللہ سے سوال کیا تہا اور حضرت نے اوسکو بتایا کہ ہمارا وصی کون ہے اسی سے اس واقعہ کو اسطرح فہلاکر عبد اللہ بن سبا کا نام لگایا حالانکہ خود رسول اللہ نے نام بنام بتایا تہا کہ ہمارے اوصیا کتنے ہین

لکہتے ہین حضرت علی نے کبھی اسکا دعویٰ نہین کیا۔

الجواب - اسکا کیا علاج ہے کہ ابھی تک دیوان جناب امیر مین یہ اشعار موجود ہین

لقد علم الاناس بان سہمی — من الاسلام یفضل کل سہم
واحمد النبی اخی و صہری — علیہ اللہ صلی ابن عمی
وانی قائد للناس طرا — الی الاسلام من عرب و عجم
وقاتل کل صندید رئیس — وجبار من الکفار ضخم

وفی القرآن الی معشر دلائی — واجب طاعتی فرضا بلزم

کما هارون من موسی اخو — کذلک انا اخوه وذا الم اسمی

لن الله اقامنی لهم اماما — واخبرهم به بغدیر خسم

فمن منکم یعادلنی بسهمی — واسلامی وسابقتی ورحمی

کہتے ہیں اسطرح وہ صحابی جنکو شیعہ لوگ مخلص صحابی اور حضرت علی کا طرفدار دن اور محبوں سے تسلیم کرتے ہیں جن سے حضرت سلمان فارسی حضرت ابوذر غفاری حضرت مقداد حضرت عباس حضرت خالد بن سعید ان لوگوں نے بھی وصایت بالخلافۃ کا اظہار نہ فرمایا اسکا جواب بجز اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ جہالت کا علاج کسی کے پاس بھی نہیں ہے اگر آپ کتابیں دیکھے ہوتے تو کبھی یہ نہ کہتے دور نہ جائیے صرف روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ ابن مجتہد علی الاطلاق سید محمد بن اسمعیل بن صلاح الامیر الکحلانی کو دیکھئے تو معلوم ہوتا حضرت سلمان فارسی کی روایت بھی موجود ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۵ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

الوصایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ علیہ السلام اختص بھا کما اخرج الحافظ ابو القاسم البغوی فی الصحابۃ عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلعم لکل نبی وصی ووارث وان علیا وصیی ووارثی واخرج احمد عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وصیی ووارثی ینجز موعدی علی بن ابی طالب اخرج احمد من حدیث انس قال قلنا لسلمان سل رسول اللہ صلعم من وصیہ قال سلمان یا رسول اللہ من وصیک قال یا سلمان من کان وصی موسی قال یوشع بن نون قال فان وصیی ووارثی ویقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب۔

دیکھئے نہ حضرت سلمان فارسی رسول اللہ سے سوال کرتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں میرے وصی اور وارث علی بن ابیطالب ہیں۔ تو کیا اب بھی آپ کہئے گا ان لوگوں نے اس کی روایت نہیں کی۔

رہا یہ کہ سب نے خوشی خوشی ابوبکر کی بیعت کرلی تو یہ ایسا دعوی ہے جسکے کذب و افترا کی کوئی حد نہیں کیونکہ جتنے صحابہ دیانت دار تھے اونہوں نے نہ کبھی دل سے بیعت کی ہے

نہیں ورنہ شیعہ و سنی کے اختلافات کیوں پیدا ہوئے خدا نے ایک دین بھیجا تھا رسول
ایک دین لائے تھے اگر حکم رسول مانا جاتا تو پھر یہ اختلاف کیوں پیدا ہوتا
اگر تاریخ دیکھئے تو معلوم ہو صحابہ کبار نے کسقدر فہمائش کی ہے اور شیخین کو سمجھایا ہے
مگر نشہ خلافت ایسا غالب تھا کہ سب حکم رسول ٹھکرا دیا گیا۔ تفصیل کیلئے تو یہاں
گنجائش نہیں مگر اجمال کیلئے صرف یہی عبارت آپکے شرح اصول بزدوی کی کافی ہو
جو اہلسنت کے اصول فقہ حنفی کی بڑی مستند کتاب ہے۔ اما امامۃ ابی بکر فلم یثبت بالاجماع
قبل موافقۃ علی وسعد وسلمان بالاجماع بل بالبیعۃ من الاکثر ص ۴۶۰ جلد ۳
یعنی جب تک حضرت علی اور سعد اور سلمان نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی انکی امامت
اجماع سے نہیں ثابت ہوئی بلکہ بیعت اکثر کا اور حال بیعت جناب امیر آپ کو معلوم ہے
کہ حسب روایت صحیح مسلم جناب امیر نے چھ مہینہ تک بیعت نہیں کی اور سعد بن عبادہ نے
تو مرتے دم تک بیعت نہ کی تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں ان لوگوں نے بلا وجہ بیعت نہیں کی تھی
اور اسکو نہ ظاہر کرتے تھے کہ جناب امیر کو رسول اللہ نے اپنا خلیفہ اور وصی کیا ہے
پہلے زمانہ میں تو یہ سنا جاتا تھا کہ اگر جناب امیر کو رسول اللہ نے خلیفہ کیا تھا تو آپ نے ان
خلفا سے جہاد کیوں نہیں کیا مگر اب یہ کہا جاتا ہے کہ اپنے اظہار حق کیوں نہ فرمایا
حالانکہ ہم جناب امیر کے اشعار پہلے نقل کر چکے ہیں جسمیں حضرت نے اپنی حقیت کا اظہار
کیا ہے مگر جب کفار نے رسول اللہ کے دعوے رسالت کو تسلیم نہ کیا یہانتک کہ حضرت نے
ان سے جہاد کیا تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ منافقین محض اظہار حقیت پر اپنے ارادوں کو بدلتے
حالانکہ اسی غرض کے لئے اسلام لائے تھے۔
جکر خدا کہ حضرت ابوذر کی حقگوئی کا آپنے اعتراف کیا مگر اس پر نہ غور کیا کہ پھر حضرت عثمان
کا کیا حشر ہوگا جنہوں نے اسی اظہار حق پر حضرت ابوذر کی وہ سزا کی جو قیامت تک
یاد رہیگی اور آسمان و زمین یاد رکھینگا۔
جناب امیر کے شجاعت اور حق گوئی کو یہاں تو یاد کرتے ہیں مگر اوسوقت تو نہیں یاد
کرتے جبکہ حضرت نے ابو بکر کو لقب خلیفہ رسول اللہ اور امیر المومنین پر کاذب کا لفظ

استعمال کیا اور آپنے ہر وقت اپنے حق کا اظہار کیا مگر جن لوگون نے وقت رحلت رسول سے مخالفت پر کمر ہمت باندہی تھی وہ کب اسکی پروا کرنیوالے تھے حضرت نے اپنے حق کو تینون خلافتون مین بڑی زور سے ثابت کیا مگر کسینے نہ مانا یہانتک کہ حضرت خلیفہ بھی ہوئے اور آپ حدیث غدیر کو یاد دلاتے ہین مگر انس بن مالک صحابی انکار کرتے ہین یہانتک کہ حضرت جھوٹے پر بد دعا دیتے ہین اور وہ مبتلائے عذاب ہوتا ہے مگر اپنے اصرار و انکار سے باز نہین آتا جو تمامی کتب تواریخ و احادیث مین مذکور ہے تفصیل کا موقع نہین۔

انکار وصایت۔ اصل مطلب و مدعا یہی ہے کہ جناب امیر کو حضرت نے اپنا وصی نہین کیا۔ اس کے متعلق حدیث صحیح بخاری پیش کرتے ہین چنانچہ لکھتے ہین۔

صحیح بخاری مین ہے۔ عن ابراھیم عن الاسود قال ذکروا عند عائشۃ ان علیا کان وصیا فقالت متی اوصی الیہ وقد کنت مسندتہ الی صدری او قالت حجری فلقد انخنث فی حجری فما شعرت انہ قد مات فمتی اوصی الیہ۔ یعنی ابراہیم نے اسود سے نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس لوگون نے اس کا تذکرہ کیا کہ حضرت علی وصی رسول تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپنے کب وصیت کی حالانکہ آپ کو اپنے سینہ یا گود مین لئے ہوئے تھی کہ آپ جھک گئے پھر آپنے وصیت کب فرمائی۔

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت مین دوسرے صحابی سے اس وصایت بالخلافۃ کی تردید اس طرح منقول ہے

عن طلحۃ بن مصرف قال سئلت عبد اللہ بن ابی اوفی ھل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی قال لا فقال کیف کتب علی الناس الوصیۃ او امروا بالوصیۃ قال اوصی بکتاب اللہ۔

طلحہ بن مصرف کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی سے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصی بنایا تھا تو انہون نے کہا کہ نہین تو پھر مین نے پوچھا کہ لوگ کیون وصیت کا حکم دیئے گئے تو جواب دیا کہ آپنے

آٹھویں اصول کتاب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ بخاری نے اس وصایت کو کے جگہ لکھا ہے
اور کس کس عنوان سے اور غرض اوسکی بجز اظہار عداوت جناب امیر کے نہیں جس سے وہ
اسد رضیٰ فضیلت ہوتے ہیں کوئی وجہ نہیں کیونکر پہلے تو کتاب الوصایا میں اس حدیث
کو لکھا ہے اس طرح حدثنا عمرو بن زرارة بن واقد الکلابی اخبرنا اسمٰعیل
بن علیہ عن عبد اللہ بن عون عن ابراھیم النخعی عن الاسود بن یزید قال
ذکروا عند عائشۃ ان علیا کان وصیا فقالت متی اوصی الیہ وقد کنت مسندتہ
الی صدری او قالت حجری فدعا بالطست فلقد انخنث فی حجری فما شعرت
انہ قد مات فمتی اوصی الیہ۔

دوسری فضائل قرآن مگر مختصر کرکے تیسرے کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ
پہلی حدیث جو کتاب الوصایا میں ہے اوسمیں بخاری نے باب قول النبی وصیۃ الرجل
مکتوبۃ عندہ کو پہلے لکھا کہ حضرت نے فرمایا ہر مرد کی وصیت کو لکھا رہنا چاہیے جس پر
خود قسطلانی میں پہلا اعتراض یہ ہے کہ مرد اور عورت میں تو کوئی فرق نہیں۔ دوسرا اعتراض
یہ کہ قال الحافظ ابن حجر انہ لم اقف علی ھذا الحدیث باللفظ المذکور فکانہ رواہ بالمعنی
وان المرء ھو الرجل صفحہ قسطلانی جلد ۵۔

ابن حجر کہتے ہیں ہم کو یہ حدیث ان الفاظ سے آج تک نہیں ملی تو شاید بخاری نے روایت بالمعنی
کیا ہو پیر ایسی کتاب کس مصرف کی ہے اور کیونکر قابل اعتماد ہے۔ دوسرے جب بخاری نے آیہ کتب علیکم
اذا حضر احدکم الموت کو لکھا ہے اور باب فضائل قرآن میں یہ اضافہ کیا ہے ولم یوص
یعنی حضرت نے کچھ وصیت نہیں کیا جس پر حاشیہ سندی میں ہے صفحہ ۳ جلد ۲
قولہ ھل کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوصی فقالت لا الخ کانہ فہم السوال عما
اشتہر بین الجہال من الوصیۃ الی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفہم السوال من الوصیۃ
فی الاموال فقال الجواب لا ثم لما صرح السائل بانہ کیف یترک الوصیۃ وقد امر المسلمون
بہا ذکر لہ انہ اوصی بکتاب اللہ ای بحفظہ کالسنۃ قال المحقق ابن حجر فی قولہ

کا اعتراض ای کیف یومر المسلمون بشیء ولا یفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی بخاری مین یہ فقرہ ہے کہ سائل نے پوچھا کیا حضرت نے وصیت کیا تہا جس سے مطلب اسکا یہ تہا کہ ابن ابی اوفی نے سوال کو یہ سمجھا کہ سوال اوسکے متعلق ہے کہ لوگون مین مشہور ہے کہ حضرت نے نے جناب امیر کو وصی کیا تہا لہذا یہ سمجھا کہ حضرت نے کچھ وصیت مال کے متعلق کیا تہا لہذا یہ جواب دیا کہ نہین۔ جب سائل نے اوسکی تصریح کی کہ باوصف کہ خدا نے وصیت کا حکم دیا تہا۔ پہر کیون نہین وصیت کیا تو اسکا یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ کے بارہ مین وصیت کیا تہا۔ ابن حجر کہتے ہین فضائل قرآن مین یہ بہی بڑہا دیا ہے کہ حضرت نے وصیت نہین کیا۔

تو اب وہ اعتراض پورا ہو گیا کہ مسلمانون کو کیونکر وہ حکم دیا گیا جسکو خود حضرت نے نہین کیا تہا صفحہ ۷ جلد ۳

دیکہئے یہ ادنے نتیجہ ہے انکار وصایت جناب امیر کا کہ جناب رسالتمآب پر یہ اعتراض ہو گیا کہ حضرت نے اوس حکم کی تعمیل نہ کی جو منجانب اللہ فرض تہا اور معاذ اللہ مصداق لم تقولون مالا تفعلون ہوئے۔

حضرت نے جو کفر خوارج کو بیان کیا ہے اوسکا مطلب یہی ہے کہ جو شخص دشمن جناب امیر ہوگا اوس سے کسیطرح اسلام کی امید نہین وہ جو کام کریگا ایسا ہی کریگا کہ کفر لازم آئیگا چنانچہ آپنے دیکہہ لیا کہ بخاری کی روایت کے بدولت یہ الزام آیا کہ حضرت نے حکم خدا کی تعمیل نہ کی اور وصیت نہ کیا جسکو کوئی مسلمان بلکہ عاقل بہی نہین مان سکتا۔

اسکے بعد بخاری نے یہ حدیث لکہی ہے ما حق امرء مسلم لہ شیء یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہ یعنی حق مسلمان پر یہ ہے جسکے پاس کوئی چیز قابل وصیت ہو اور وہ دو رات بہی بسر کرے۔ مگر یہ کہ وصیت اوسکی لکہی ہوئی چاہیے۔

اس حدیث پر جتنے اعتراضات ہین اونکی گنجائش تو یہان نہین قسطلانی فتح الباری مین قابل دید ہے مگر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث کی رو سے معاذ اللہ حضرت پر کفر لازم آتا ہے کہ آپنے اتنی طولانی زندگی مین بہی وصیت نہ کی تو کیا کوئی عاقل یا مسلم اسکو مان سکتا ہے

کہ حضرت نے وصیت نہیں کی طرح تو یہ ہے کہ خود اوسی بخاری میں ہے کہ حضرت کے پاس نہ درہم تھا نہ دینار نہ غلام نہ لونڈی نہ کوئی چیز مگر خچر سفید اور ہتھیار تھا اور وہ زمین جسکو آپ نے صدقہ قرار دیا تھا۔

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت نے نفاذ اصلاح کے بارے میں بھی کوئی وصیت نہ کی تو اوس حکم کی مخالفت نہیں لازم آئی جو حضرت نے فرمایا ہے۔

لطف تو یہ ہے کہ حضرت نے صدہا احادیث میں فرمایا ہے ہماری بعثت قیامت کے ساتھ ایسی منضم ہے کہ جسطرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ تو کیا خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت نے کچھ وصیت اپنے بعد کے لئے نہ کی ہو۔

غرض یہ سب تمہید اسکی ہے کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو وصی نہیں کیا کہ خلافت ابوبکر راست ہو اسی لئے یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ خلافت میں نص نبی کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ صدہا نصوص رسول اللہ کی خود کتب اہلسنت میں مذکور ہیں جیسا کہ آئندہ واضح ہوگا اور اسی لئے حضرت نے وصیت نامہ لکھوانا چاہا جسکی مخالفت عمر نے کی اور قصہ اوسکا سب کو معلوم ہے

یہ تو پہلی حدیث کی اجمالی حالت تھی جو عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے منقول ہے اب دوسری حدیث دیکھیئے جو خود عائشہ سے منقول ہے اور مولف الوقاص نے اوسکو پہلے لکھا ہے

کہ حضرت عائشہ سے لوگوں نے کہا کیا جناب امیرؑ وصی رسولؐ تھے تو اونہوں نے کہا کب وصیت کیا حضرت کو تو ہم گود میں لئے تھے کہ آپ نے طشت طلب کیا اور جھکے کہ دم نکل گیا اور ہمکو معلوم بھی نہ ہوا کہ حضرت نے وفات کی۔

مگر پہلے فتح الباری کی تحقیقات سنئے وہ لکھتے ہیں وما اوصلہ لغیر الخلافۃ فقد وردت فی عدۃ احادیث منہا لفظ یعنی وصیت بالخلافہ کو اگر نکال دیں تو بہت سے حدیثوں سے اسکا ثبوت ہوتا ہے کہ حضرت نے وصیت کیا (۱) حضرت نے اپنے مرض میں عائشہ سے فرمایا اون اشرفی کو کیا کیا کہا میرے پاس ہے کہا کہ اوسکو خرچ کر ڈالو اور سہل بن سعد سے روایت ہے کہ اوسکو بھیجدو علی ابن ابی طالب کے پاس کہ وہ تصدق کر دیں (۲) عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت نے تین امر کی وصیت کی [illegible] ۔ [illegible] ۔ اشعریوں کو سو وسق جو کا دیا جائے

(ان الفاظ کو خود شارح نے باطل ٹھیرایا) اور جزیرۂ عرب میں دو دین نہ رہے اور جیش اسامہ روانہ کیا جائے (۳) ابن عباس سے روایت ہے کہ جسطرح وفود کو ہم جایزہ دیتے تھے اوسیطرح جایزہ دیا کریں (۴) حدیث ابن ابی اوفی میں ہے کہ کتاب خدا کے بارہ میں وصیت کی (۵) ابن اسحق کی روایت ہے کہ حضرت کی تمام تر وصیت دربارہ نماز اور لونڈی غلام تھی وہ حضرت کی وصیت یہ تھی کہ نماز پڑھا کرو اور بندہ کو ادا کیا کرو (۶) عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فتنہ سے خوف دلایا اور لزوم جماعت طاعت کا حکم دیا (۷) حضرت نے جناب سیدہ سے وصیت کی کہ ہماری مرنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا (۸) حضرت سے لوگوں نے فرمائش کی کہ یا حضرت کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے کہا سابقین اولین مہاجرین اور اونکی اولاد کے بارہ میں ہم وصیت کرتے ہیں۔ (۹) سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت نے جناب امیر سے وصیت کیا ہمکو سات مشک پانی سے غسل دینا اوس پانی سے جو بیر غرس میں ہے بمقام قبا (۱۰) مسند بزار و مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت نے وصیت کی تھی کہ ہمپر نماز بجماعت نہ پڑھنا (۱۱) کثیر بن جعفر کی روایت ہے کہ جس روز حضرت نے وفات پائی اوس روز جناب امیر حضرت کے پاس تھے اور آپ نے ہزار باب ان علوم کی تعلیم کئے جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ اس حدیث کو بہت برے لفظوں سے یاد کیا ہے مگر آخر میں یہ بھی کہا کہ ابن عدی کے پاس یہ حدیث بہ سند متصل موجود ہے۔ اب جو لوگ صحیح بخاری یا حدیث ابن ابی اوفی یا حدیث عائشہ پر ایمان لاتے ہیں وہ غور کریں کہ ان حدیثوں کا کیا حال ہے جسمیں مطلق نفی کی گئی ہے اس سے کہ حضرت نے کسی قسم کی وصیت کی ہو حالانکہ صحاح ستہ میں اتنی وصیتیں رسول اللہ کی موجود ہیں جو حضرت نے بوقت وفات فرمائی تھی۔ تو کیا صحیح بخاری کی یا ابن ابی اوفی یا عائشہ کی حدیث صحیح ہوسکتی ہے غرض ابن ابی اوفی والی روایت تو اچھی طرح باطل ہوئی جس میں اونہوں نے دعوی کیا تھا کہ حضرت نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی تھی کیونکہ خود صحاح ستہ سے بہت سے وصیتوں کا پتہ لگا۔

اب عائشہ والی حدیث کو دیکھیے جس میں وہ دعوی کرتی ہیں کہ [illegible]

لگائے تھے کہ طشت پر آپ جھکے اور دم نکل گیا اور انکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آپکا
انتقال ہو گیا جو کیسی وضعی حدیث ہے کہ شان رسالت کا بھی نہ خیال کیا گیا کہ جو شخص
اشرف المرسلین ہو وہ اسطرح مر جائے نہ اس کا خیال کیا گیا کہ حضرت کچھ صاحب
عزت و وقار تھے اگر کوئی جان نثار نہ رکھتے تھے جو اسوقت موجود ہوتا۔ تو کیا کوئی
عزیز بھی آپکا نہ تھا جو ایک بی اٹھارہ عورت کے حوالہ کر دے جسکو یہ بھی نہ معلوم
ہو آدمی کیونکر مرتا ہے۔

غرض پہلا دعویٰ انکا یہ کہ ہم حضرت کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے تھے اسقدر غلط
ہے کہ خود صحیح بخاری میں ہے فلما اشتکی وحضره القبض ورأسه على فخذ عائشة غشي
عليه فلما افاق شخص بصره نحو سقف البيت ص۱۰۵ جلد ۸ فتح الباری

یعنی جب حضرت کی بیماری نے شدت پکڑی اور وقت قبض روح آیا اسوقت حضرت کا
سر عائشہ کے ران پر تھا کہ حضرت نے چھت کی طرف دیکھا اور بالرفیق الاعلیٰ فرمایا۔
اب فرمائیے کہاں وہ روایت کہ سینہ سے لگائے تھی اور طشت کی طرف جھکے اور دم
نکل گیا کہ ہم کو معلوم بھی نہ ہوا اور کہاں یہ روایت کہ سر زانو پر تھا اور آپ نے چھت
کی طرف دیکھا اور انتقال کیا۔

(۲) دوسری روایت صحیح بخاری کی یہ ہے کہ عبد الرحمان بن ابی بکر تازی مسواک لائے
تھے ہم نے لیکر حضرت کو دیا اور آپنے خوب اچھی طرح مسواک کیا جب فارغ ہوئے تو تین
مرتبہ ہاتھ یا انگلی اوٹھایا اور تین مرتبہ بالرفیق الاعلیٰ فرمایا اور انتقال کیا اور حضرت
کا سر اوسوقت ہماری ٹھڈی اور حلق کے درمیان میں تھا۔

کہاں ران۔ کہاں سینہ۔ کہاں ٹھڈی۔ کہاں طشت میں جھکنا اور دم نکل جانا
کہاں آسمان کی طرف دیکھنا اور انتقال کرنا۔ کہاں خوب زور سے مسواک کرنا اور بفراغت
لیٹ کر آسمان کی طرف تین مرتبہ ہاتھ اوٹھانا اور تین مرتبہ بالرفیق الاعلیٰ کہنا اور وفات
پانا (۳) تیسری روایت ہے کہ حضرت اپنی پشت عائشہ کی طرف لگائے ہوئے تھے کہ انتقال
[illegible]

اب ابن حجر عسقلانی کی تحقیق سنئے وهذا معارض ما اخرجه الحاکم و ابن سعد من طرق ان النبی مات و راسه فی حجر علی۔

یعنی یہ سب روایتیں معارض ہیں اون روایتوں کے جنکو امام حاکم اور ابن سعد نے چند طریقوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے جناب امیر کے گود میں انتقال کیا۔

(۱) حدیث جابر ہے کہ کعب الاحبار نے جناب امیر سے سوال کیا حضرت نے سب سے آخریں کیا کہا تو فرمایا اسندته الی صدری فوضع راسه علی منکبی فقال الصلوٰة الصلوٰة ہمنے اپنے سینہ سے لگایا تو حضرت نے اپنے سر مبارک کو ہمارے شانہ پر رکہا اور فرمایا الصلوٰة الصلوٰة۔

(۲) حضرت نے اپنے وفات کیوقت ہمکو بلا بہیجا اور کہا نزدیک آؤ آپ برابر ہمارے سینہ سے لگے رہے اور بات کرتے جاتے تھے کہ ہمارے گود میں دم نکل گیا اور ہم نے عباس کو آواز دی جلد آؤ کہ ہم ہلاک ہوتے ہیں غرض ہم دونوں آدمیوں نے ملکر آپکو لٹایا

(۳) علی بن الحسین سے روایت ہے کہ حضرت کا انتقال گود میں جناب امیر کے ہوا۔

(۴) ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نے جناب امیر کے سینہ پر انتقال کیا تو راوی نے کہا عائشہ یوں بیان کرتی ہیں تو کہا اصل یہی ہے کہ صدر جناب امیرؑ پر انتقال کیا اور آپ ہی نے غسل دیا اور ہمارے بہائی فضل نے ہمارے باپ نے اس میں شرکت سے انکار کیا

(۵) جعدہ عدنی راوی ہیں کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں ہم سینہ سے لگائے تھے کہ انتقال کیا۔

(۶) ام سلمہ کی روایت ہے کہ جناب امیرؑ کے سینہ پر انتقال کیا۔

آخریں ابن حجر نے یہ بات بنایا کہ جناب امیرؑ آخر وقت تک وہاں تہے یہانتک کہ سمجھ لیا کہ آپ نے انتقال کیا اسکے بعد کچھ افاقہ ہوا تب عائشہ نے اپنے سینہ سے لگا لیا اور حضرت نے انتقال کیا جسکے ثبوت میں وہ روایت احمد پیش کرتے ہیں فبینما راسه ذات یوم علی منکبی اذ مال راسه نحو راسی فظننت انه یرید من راسی حاجة فخرجت من فیه نقطة باردة فوقعت علی ثغرة نحری فاقشعر لها جلدی وظننت انه غشی علیه فسجیته ثوبا

[illegible] فتح الباری جلد ۸۔

یعنی حضرت کا سر ہمارے شانہ پر تھا کہ آپکی گردن جھکی اور ہم سمجھے کہ آپ ہمارے سر سے کوئی مطلب رکھتے ہیں کہ آپکے منہ سے ایک نقطہ سرد نکلا جو ہمارے حلق پر پڑا جس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور سمجھے کہ آپنے انتقال کیا تب لٹا کر چادر اوڑھا دی۔

ان روایتوں کو بغور پڑھنے تو معلوم ہو عائشہ کا مطلب ان روایتوں کیا ہے کہ حضرت کی تو یہ حالت ہو اور آپ یہ سمجھتی ہیں کہ حضرت ہمارا بوسہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ آپکا انتقال ہو چکا ہے کیا ایسی ہی روایتوں پر کوئی اعتماد کر سکتا ہے اور خاتم الانبیاء کی یہی شان ہو سکتی ہے اگر آپکو شان رسالت دیکھنا ہو تو خود مدارج النبوۃ دیکھئے کہ کیا اہتمام کیا گیا ہے کس طرح فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کس طرح ملک الموت نے اجازت طلب کی ہے۔

اب ہم اس فیصلہ کو ناظرین کے حوالہ کرتے ہیں کہ وہ غور کریں عائشہ والی روایت کیسی لغو ہے کہ اتنے اختلافات اوس میں ہیں جنکی کوئی حد نہیں اور بخاری نے محض اس غرض سے ان وضعی روایات کو لکھا ہے کہ وصایت جناب امیرؑ کو کسی طرح باطل کریں۔ مگر یہ اونکے اختیار سے باہر تھا کیونکہ بخاری کے استاد امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں اس روایت کو لکھا ہے اور امام نسائی نے خصائص میں جنکا درجہ بخاری سے بڑھا ہوا تھا لکھا ہے۔

رہا یہ امر کہ عائشہ نے وصایت جناب امیرؑ سے انکار کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ تو اسکا بطلان اس سے ظاہر ہے کہ علامہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان میں لکھتے ہیں جو اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ معویہ سے وہ سب الزام دفع ہوں جو علمائے اہلسنت ادسپر قائم کرتے ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیسے سخت متعصب ہونگے پھر کسی سنی کی مجال ہے کہ وہ وصایت جناب امیرؑ سے انکار کرے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ان عمار بن یاسر اقبل یوم الجمل فنادی عائشہ فلما عرفتہ۔ قالت لہم قولوا لہ ما ترید۔ فقال سلام اللہ باللہ الذی انزل الکتاب علی رسولہ فی بیتک العلمین ان رسول اللہ جعل علیا وصیا علی اہلہ دفی اہلہ قالت اللہم نعم قال فما یا للکہ قالت اطلب بدم عثمان امیر المومنین۔ ثم ...

فقالت سلوه ما یرید فقف کرانها ماذکر ... فقالت اطلب بدم عثمان

قال لہا ہذی قتلۃ عثمان ثم انصرف ۔ انتہیٰ برحاشیہ صواعق محرقہ۔

یعنی جنگ جمل میں حضرت عمار بن یاسر میدان میں آئے تو عائشہ کو آواز دی۔ عائشہ نے آواز پہچان کر کہا کہو کیا چاہتے ہو حضرت عمار نے قسم دیکر کہ جس خدا نے اپنے رسول پر قرآن تمہارے گھر میں نازل کیا اوسکی قسم دیتے ہیں بتاؤ کہ تم جانتی ہو رسول اللہ نے علی کو وصی کیا ہے اپنے اہل پر اور اپنے اہل میں تو عائشہ نے کہا خدایا سچ ہے تب عمار نے پوچھا پھر کیوں لڑنے آئی ہو تو عائشہ نے کہا خون عثمان کا مطالبہ ہے او سکے بعد جناب امیرؑ تشریف لائے اور وہی سوال کیا جو عمار نے سوال کیا تھا تو پھر عائشہ نے وہی کہا کہ ہمکو خون عثمان کا مطالبہ ہے تو حضرت علی نے کہا ہمکو قاتلان عثمان کو دکھاؤ۔

مولوی عبدالرزاق صاحب نے اس قدر کیا تھا کہ خود جناب امیرؑ اور مخصوصین صحابہ نے اس امر وصایت کو کیون چھپا لیا اسکا جواب ہو چکا اب امر غور طلب یہ ہے کہ خود جناب امیرؑ نے اسکو پیش کیا۔ حضرت عمار نے قسم دیکر پوچھا جب عائشہ نے کہا بیشک آپ وصی رسول ہین مگر بخاری نے عمدا اوس روایت کو لکھا جس مین وصایت سے انکار ہے اور اوس حدیث کو نہ لکھا جس مین عائشہ نے قسم کھا کر کہا کہ بیشک آپکو رسول اللہ نے وصی کیا ہے۔

یہ سب روایتیں کتب معتبرہ اہلسنت کی ہیں جن سے مثل آفتاب تابان ثابت ہے کہ رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ بنایا۔ خلفائے ثلثہ نے تو اپنے ذاتی اغراض کی اس حکم کو پامال کیا۔ اور علمائے اہلسنت نے محض بخوشامد اون خلفاء کے انکو یا تو لکھا ہی نہیں اور اگر لکھا تو نہ ماننے والون نے کسی راوی کو مجروح کر دیا کسی کو شیعہ کہہ دیا۔ مگر اس سے حق کب مٹ سکتا ہے اور ہر راوی کا میدان تو ایسا وسیع ہے کہ نہ خود بخاری اوس سے بچے نہ اور کوئی

اب ہم اس بحث کو وصیت کے عبارت پر تمام کرتے ہیں جس میں ... ہونے وصایت کی ...

نہایت خوبی سے ثابت اور وہ علامات الحدیث سے ہیں جو آج کل تمام طلباء میں شہرت
پذیر ہو رہی ہیں ملاحظہ ہو

الوصاية عن رسول الله صلعم وانه عليه السلام اختص بها كما اخرج
الحافظ ابو القاسم البغوي في معجم الصحابة عن بريدة قال قال رسول الله
صلعم لكل نبي وصي ووارث وان عليا وصيي ووارثي واخرج احمد عن انس
ان النبي صلى الله عليه وسلم قال وصيي ووارثي ومنجز موعدي علي بن
ابي طالب واخرج احمد من حديث انس قال قلنا لسلمان سل رسول الله
صلعم من وصيه فقال سلمان يا رسول الله من وصيك قال يا سلمان
من كان وصي موسى قال يوشع بن نون قال فان وصيي ووارثي ويقضي
ديني وينجز موعدي علي ابن ابي طالب واخرج ابن جرير عن علي عليه السلام
قال رسول الله صلعم يا بني عبد المطلب اني قد جئتكم بخير الدنيا والاخرة
وقد امرني الله عز وجل ان ادعوكم اليه فايكم يوازرني على هذا الامر على
ان يكون اخي ووصيي وخليفتي فيكم فاحجم القوم عنها جميعا وقلت انا
يا نبي الله اكون وزيرك عليه فاخذ برقبتي ثم قال هذا اخي ووصيي و
خليفتي فيكم فاسمعوا له واطيعوا قال المحب الطبري بعد ان ذكر الحديث
الاول والوصية محمولة على ما رواه انس من قوله وصيي ووارثي يقضي
ديني وينجز موعدي علي بن ابي طالب او على ما اخرجه ابن السراج من قوله
صلعم يا علي اوصيك بالعرب خيرا او على ما رواه حسين بن علي عن ابيه
عن جده صلوات الله عليهم قال اوصى رسول الله صلعم عليا ان
يغسله فقال يا رسول الله اخشى ان لا اطيق قال انك ستعان عليه
الحديث انتهى **قلت** وكان الحامل للمحب على هذا حمل حديث
عائشة متى اوصى رسول الله صلعم فقد مات بين سحري ونحري
واقول حديث عائشة لا ينافي الوصاية غاية نفي علمها ولعل نفي

فقط الوصية وقد علم غيرها او فى الوصية حال الموت ولا يلزم من نفيها ذلك الوقت الخاص عدمها وهذه الاحاديث التى سبقت اخبر فيها الرسول صلعم انه وصيه ولا يخبر الا بما يكون فنؤمن بانه عليه السلام وصيه ولا يلزمنا تفاصيل الموصى به فقد ثبت انه امره بقتال الناكثين والقاسطين والمارقين ووعين علامة لهم له واودعه من العلوم جملا جمة كما ياتى وقد مضى فيحتمل ان هذه من افراد الوصاية ويحتمل انها غيره وبالجملة لا موجب للحمل لها على شئ بعينه ان قلت كانت الوصاية اخباره بما لم يخبر به غيره من الملاحم ونحوها فقد شاركه فى ذلك حذيفة رض فانه خصه رسول الله صلعم بمعرفة المنافقين واختصه بعلم الفتن وان حملت على الوصاية بالعرب كما قاله المحب فقد اوصى صلعم المهاجرين بالانصار واوصى اصحابه باصحابه فلا اختصاص قلت لم نحمل الوصية على معين من الامور بل نصدق الرسول صلعم بانه وصيه ولا يلزم تفاصيل ما اوصى به انما قلنا يحتمل ان يكون تلك من افراد ما اوصى صلعم به قلت قد قال صلعم لعمر لما ودعه فى سفره للعمرة الى مكة لا تنسانا اخى من دعائك وقال لزيد بن حارثة مولاه انت اخونا وتكرر هذا فى اطلاقه على غير على فاين الفضيلة -

یعنی رسول اللہ کا وصی ہونا ایسی صفت خاص ہے جو جناب امیرؑ سے مخصوص ہے اور کوئی انکا شریک نہیں کیونکہ حافظ ابوالقاسم بغوی نے معجم صحابہ میں بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے اور علی ہمارے وصی و وارث ہیں اور امام احمد نے انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے ہمارے وصی ۔ وارث اور وعدہ کے پورا کرنے والے علی ابن ابیطالب ہیں اور نیز امام احمد نے انس سے روایت

سلمان سے کہا موسیٰ کا وصی کون تھا کہا یوشع بن نون تو حضرتؐ نے فرمایا ہمارے وصی اور وارث جو ہمارے دین کو ادا کریگا اور وعدہ کو پورا کریگا وہ حضرت علی بن ابیطالب ہیں۔

اور ابن جریر نے خود جناب امیرؑ سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے تمامی خاندان عبدالمطلب کو جمع کیا اور فرمایا کہ ہم خیر دنیا و آخرت لائے ہیں اور خدا نے حکم دیا ہے کہ تمہاری دعوت کریں اوسکی طرف تو کون تم سے ہماری وزارت قبول کرتا ہے اس شرط پر کہ وہ ہمارا بھائی اور وصی اور خلیفہ تم میں تو سبنے منہ پھیر لیا۔ مگر حضرت علیؑ نے کہا ہم قبول کرتے آپکی وزارت کو تو حضرت نے ہماری گردن پکڑی اور فرمایا یہ ہمارا وصی و خلیفہ ہے۔ تم سب اسکا حکم مانو اور اسکی اطاعت کرو۔

شیخ محب طبری نے پہلی روایت لکھکر کہا کہ یہاں مراد وصیت سے وہی ہے جس کو انس نے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا علی ہمارا وصی۔ وارث ہے جو دین کو ادا کریگا۔ یا یہ مطلب ہے جسکو ابن السراج نے روایت کیا ہے کہ یا علی ہم تم کو وصیت کرتے ہیں عرب کے ساتھ خیر کا۔ یا یہ مطلب ہے جسکو حسین بن علی نے روایت کیا ہے کہ حضرت نے جناب امیرؑ سے وصیت کی تھی کہ ہم کو غسل دینا تو حضرت نے عرض کیا ہم ڈرتے ہیں اس سے کہ اسکی طاقت ہم کو نہ ہو تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری اعانت کی جائیگی۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ محب طبری کی یہ توجیہ اس وجہ سے ہے کہ عائشہ نے کہا حضرت نے کیا وصیت کیا۔ حالانکہ حضرت کی وفات تو ہمارے گلے اور سینہ کے درمیان میں ہوئی۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث عائشہ اسکے منافی نہیں ہے کہ حضرتؐ نے وصیت کیا ہو کیونکہ اگر اس حدیث سے ثابت ہوسکتا ہے تو اسیقدر کہ عائشہ کو اسکا علم نہیں ہوا۔ اس سے نفی وصیت کیونکر ثابت ہوسکتا ہے جبکہ اور لوگوں کو معلوم ہو۔ یا یہ ہوسکتا ہے کہ عائشہ کو اس سے انکار ہو کہ حضرت نے وقت موت نہیں وصیت کی۔ اس وقت خاص ہیں وصیت نہ کرنے سے عام طور کی نفی وصیت

الا امتر وهن ای کیف یؤمر المسلمون بشیٔی ولا یفعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی بخاری میں یہ فقرہ ہے کہ سائل نے پوچھا کیا حضرت نے وصیت کیا تہا جس سے مطلب اسکا یہ تہا کہ ابن ابی اوفی نے سوال کو یہ سمجھا کہ سوال اوسکے متعلق ہے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو وصی کیا تہا یعنی سمجہا کہ حضرت نے کچھ وصیت مال کے متعلق کیا تہا لہذا یہ جواب دیا کہ نہیں۔ جب سائل نے اوسکی تصریح کی کہ باوجودیکہ خدا نے وصیت کا حکم دیا تہا پہر کیوں نہیں وصیت کیا تو اسکا یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ کے بارہ میں وصیت کیا تہا۔ ابن حجر کہتے ہیں فضائل قرآن میں یہ بہی بڑہا دیا ہے کہ حضرت نے وصیت نہیں کیا۔

تو اب وہ اعتراض پورا ہو گیا کہ مسلمانوں کو کیونکر وہ حکم دیا گیا جسکو خود حضرت نے نہیں کیا تہا صفحہ ۷ جلد ۴

دیکہیے یہ اوسکا نتیجہ ہے انکار وصایت جناب امیر کا کہ جناب رسالتمآب پر یہ اعتراض ہو گیا کہ حضرت نے اوس حکم کی تعمیل نہ کی جو منجانب اللہ فرض تہا اور معاذ اللہ مصداق لم تقولون ما لا تفعلون ہوئے۔

حضرت نے جو کفر خوارج کو بیان کیا ہے اوسکا مطلب یہی ہے کہ جو شخص دشمن جناب امیر ہوگا اوس سے کسیطرح اسلام کی امید نہیں وہ جو کام کریگا ایسا ہی کریگا کہ کفر لازم آئیگا چنانچہ آپنے دیکہہ لیا کہ بخاری کی روایت کے بدولت یہ الزام آیا کہ حضرت نے حکم خدا کی تعمیل نہ کی اور وصیت نہ کیا جسکو کوئی مسلمان بلکہ عاقل نہیں مان سکتا۔

اسکے بعد بخاری نے یہ حدیث لکہی ہے ما حق امرء مسلم له شیٔ یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده یعنی حق مسلمان یہ ہے جسکے پاس کوئی چیز قابل وصیت ہو اوسکو دو رات بہی بسر کرے مگر یہ کہ وصیت اوسکی لکہی ہوئی چاہیے۔

اس حدیث پر جتنے اعتراضات ہیں اونکی گنجائش تو یہاں نہیں قسطلانی فتح الباری میں قابل دید ہے مگر یہ تو مسلم ہے کہ اس حدیث کی رو سے معاذ اللہ حضرت پر کفر لازم آتا ہی کیا اپنے

[illegible]

جو شخص ناصبی کہ عائشہ والی اوس روایت کو لکہا جسمین انکار وصایت ہے اور اوس روایت کو نہ لیا جو خود عائشہ سے منقول ہے کہ جب حضرت عمار نے قسم دیکر پوچہا تو عائشہ نے کہا بیشک رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو وصی کیا تہا اور اسپر غور کیا کہ اگر یہ قول مانا جائے کہ حضرت نے جناب امیرؑ کو وصی نہین کیا تو صریحی مخالفت قرآن لازم آتی ہے جسمین کتب علیکم الوصیة موجود ہے تو کیا دنیا مین کوئی مسلمان ایسا ہو سکتا ہے جو اسکا قائل ہو کہ رسول اللہ نے قرآن کی مخالفت کی ہے معاذ اللہ۔

اب ہم اس رسالہ کو ایک ایسی روایت پر ختم کرتے ہین جس سے حضرت کا ایک عظیم معجزہ بھی ظاہر ہوا اور یہ دعوی بھی کہ حضرت نے فرمایا ہم وصی رسول ہین ارجح المطالب مین ہے ص ۳۳۰ باب چہارم۔

لما توجه علی الی صفین واحتاج اصحابه الی الماء والتمسوه یمیناً وشمالاً فلم یجدوه فعدل بهم امیر المومنین عن الجادة قلیلاً فلاح لهم دیر فی البریة فسار و یسالون من فیه عن الماء فقال بینکم وبین الماء فرسخان فسیروا الی حیث اقول لکم لعلکم تدرکون الماء فقال امیر المومنین اسمعوا ما یقول الراهب فقالوا یا امیرنا ان نسیر الی حیث ادی الینا لعلنا ندرک الماء ألیس بنا قوة فقال علی لا حاجة بکم الی ذلک ولوی عنق بغلته نحو القبلة واشار الی مکان بقرب الدیر فقال اکشفوه فکشفوه فظهرت لهم صخرة عظیمة فقالوا یا امیر المومنین ههنا صخرة لا یعمل فیها فقال هذه الصخرة علی الماء فاجتهدوا فی قلعها فما زالت عن موضعها فاجتمع القوم وجهدوا فی تحریکها فلم یجدوا الی ذلک سبیلاً واستصعبت علیهم فلما رای ذلک لوی رجله عن سرجه ثم حسر عن ساعده ووضع اصابعه تحت جانب الصخرة فحرکها وقلعها بیده فظهر لهم الماء فشربوا وکان اعذب ما شربوا فی سفرهم و ابرده ثم جاء الی الصخرة فتناولها بیده ووضعها حیث کانت والراهب ینظر من فوق دیره فنادی یا قوم انزلونی فوقفت بین یدی امیر المومنین

فقال یا ھذا انت نبی مرسل قال قال لا فملک مقرب قال لا قال فمن انت قال انا وصی رسول اللہ محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قال ابسط یدک اسلم علی یدک فبسط امیر المومنین والراھب اسلم علی یدہ ارجح المطالب ص۲۲ باب چہارم۔

روایت ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام صفین کو تشریف لے چلے راستہ مین جناب امیر کے لشکر کے پاس پانی نرہا دہنے بائین ڈھونڈا کہین پانی کا پتہ نہ ملا جناب امیر نے ایک پگ ڈنڈی دکہا کر فرمایا اسطرف چلو تہوڑی دور جاکر میدان مین عیسائیون کا ایک کلیسا ملا لوگون نے اسکے پاس جاکر اسکے پادری سے پانی کے بابت پوچھا اس نے جواب دیا کہ پانی یہان سے دو فرسخ پر ہے جسطرف مین تمھین بتاتا ہون اسطرف چلے جاؤ امید ہے کہ تم کو پانی مل جائیگا امیر المومنین نے فرمایا سنو راہب کیا کہتا ہے لوگون نے عرض کیا وہ ہم کو دو فرسخ پر پانی کا پتہ دیتا ہے۔ لیکن وہان تک کے پہونچنے کی ہم مین طاقت باقی نہین جناب امیر نے فرمایا اس طرف جانیکی تم کو کچھ ضرورت نہین قبلہ کیطرف گہوڑیکا موں پہیر کر اس دیر کے قریب اشارہ کیا اور فرمایا یہان سے کہود لوگ کہودنے لگے ایک بھاری چٹان نظر آئی۔ لوگون نے عرض کیا یا امیر المومنین اس چٹان مین اب کام نہین ہوسکتا جناب امیر نے فرمایا یہ چٹان پانی کے موں پر ہے۔ لوگ اسکے اوکہاڑنے مین کوشش کرنے لگے اس کو جنبش تک نہ ہوئی تمام لشکر نے متفق ہو کر زور مارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی جب لشکر کے لوگ اسکے اوکہاڑنے سے عاجز آگئے۔ جناب امیر علیہ السلام اپنے گہوڑے سے اُترے اور اپنی آستینون کو لوٹا۔ اور اس چٹان کے نیچے انگلیان ڈالکر اسکو ہلایا اور اپنے ہاتھ سے اوکہاڑ لیا۔ اسکے نیچے سے نہایت میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ لوگ دوڑ کر اسکا پانی پینے لگے ان کو تمام سفر مین ایسا ٹھنڈا اور میٹھا پانی کہین نہین ملا تھا۔ راہب اپنے دیر سے یہ تمام کیفیت دیکھ رہا تھا۔ لوگون کو آواز دیکر کہنے لگا مجھے نیچے اوتار وجب اسکو چھت سے نیچے اوتارا۔ جناب امیر کے سامنے دست بستہ کہڑے ہو کر کہنے لگا۔ کیا آپ نبی مرسل ہین

آپ نے فرمایا نہین پھر کہنے لگا کیا آپ مقرب فرشتہ ہین جناب امیر نے فرمایا نہین وہ عرض کرنے لگا پس آپ کون ہین۔ فرمایا۔ مین خدا کے رسول محمد بن عبد اللہ تمام نبیون کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ہون راہب نے کہا آپ ہاتھ بڑھائین کہ مین آپکے ہاتھ پر بیعت کرون اور اسلام لاؤن آپنے ہاتھ بڑھایا اور راہب آپکے ہاتھ پر اسلام سے مشرف ہوا۔

اب مولوی عبد الرزاق صاحب کو مناسب ہے کہ اپنے اس سوال پر خود غور کرین۔ کیا حضرت علی کو اسکا اعتقاد تھا کہ مین وصی رسول ہون اور اصحاب رسول اس عقیدہ پر تھے۔

کیونکہ صرف عقیدہ جناب امیر معلوم ہوا بلکہ سارے صحابہ کا بھی عقیدہ تھا چنانچہ اون کی روایتین مذکور ہوئین اب یہ اگر کہا جائے کہ اونکا عقیدہ اسکے خلاف تھا تو کفر اون کا لازم آتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ عقیدہ مطابق روایت تھا تو پھر آپ کو کیا عذر ہو سکتا ہے حالانکہ ہم دکھا دیئے ہین کہ صدر اول مین اسیطرح بیعت لی جاتی تھی۔ اور خود حضرت عائشہ کا اقرار بھی دکھا دیا کہ باوجود شدت عناد و تعصب کہا کہ جناب امیر وصی رسول ہین اور جناب امیر کا یہ قول لکھتے ہین کہ حضرت نے فرمایا رسول اللہ نے اس بارے مین کوئی وصیت نہین فرمائی صت

مگر اون روایتون کو کیا کیجئے گا جس مین یہ مذکور ہے کہ حضرت نے ہم کو حکم دیا قتال ناکثین و قاسطین و مارقین کا جنکی تعداد ہزارون سے متجاوز ہے اور اون روایتون کو کیا کیجئے گا جس مین حضرت نے شیخین کو کاذب غادر خائن آثم فرمایا جو آجتک صحیح مسلم مین موجود ہے۔ مگر بخاری نے ان الفاظ کو نکال ڈالا ہے۔ آپنے فتح الباری سے اسکو تو نقل کر دیا کہ شیعون نے وضعی روایتین بنائین۔ مگر اسپر نہ غور کیا۔ باطل است آنچہ علی میگوید کہانتک صحیح ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے شیعہ سنی کو کاذب نہ جانتے ہین۔ اور سنی شیعہ کو مگر اس سے کام کیا چل سکتا ہے جب تک دلیل و برہان سے کوئی بات نہ ثابت ہو اور بالفرض اگر ایسا ہو بھی تو یہان کوئی

شیعہ ہی نہیں پیش کی گئی ہے بلکہ خاص الخاص سنی علما بلکہ ان کے ائمہ کی حدیثیں پیش کی گئی ہیں جنکی تصدیق و توثیق بھی دکھلا دی گئی ۔

جناب امیر کی ذات بابرکات بھی واقعا عجب طرح مظہر العجائب ہے کہ ایک طرف تو بقول کفار آپ وہ کام کرتے ہیں کہ دین اسلام قائم ہوتا ہے اور رسول اللہ کی رسالت تمام عالم میں مانی جاتی ہے دوسرے طرف اہلسنت یہ فائدہ لینا چاہتے ہیں کہ اگر آپ خلیفہ برحق تھے تو خلفائے ثلثہ سے کیوں نہ جہاد کیا لہذا معلوم ہوا کہ یہ لوگ خلیفہ برحق تھے ۔ مگر دوسری طرف عائشہ ، طلحہ زبیر معاویہ کو دیکھتے ہیں کہ اگر معیار حقیقت یہی ہے تو پھر ہم یہ کیوں نہیں کرتے کہ ہم سے تو حضرت علی نے جہاد بھی کیا قید بھی کیا قتل بھی ۔ مگر ہم صرف اسوجہ سے کہ ہم خلفائے ثلثہ کے دوستدار و قرابت مند تھے ۔ نہیں کچھ کہہ سکتے ۔

حدیث رسول الحق مع علی وعلی مع الحق تمہارے پیش نظر ہے ۔ اللھم ادر الحق معہ حیثما دار بھی ہمکو یاد ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت نے جناب امیر کو وصیت کی تھی کہ جب تک اعوان و انصار نہ پانا ان سے جہاد نہ کرنا مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے اور اسپر مصر ہیں کہ بمقابلہ میرے چونکہ خلفائے ثلثہ سے جہاد نہیں کیا لہذا انکی خلافت جائز تھی ۔

ابن حجر اسکو تقیہ و مداہنہ قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ شارح بخاری ہیں اور انکو اکثر حدیثیں معلوم ہیں کہ حضرت نے خلفائے ثلثہ کو ناجائز ظاہر کیا اور بمصلحت بقائے اسلام جناب امیر سے وصیت کی کہ بلا تحقیق شرائط مرد نہ کرنا ۔

اصحاب رسول اللہ سے نہ معلوم بجز عبداللہ بن ابی اور عائشہ کون وصایت جناب امیر کا منکر تھا ۔ عائشہ نے خود رجوع کیا اور ابن ابی دنی ہے ۔ دین میں تمام صحابہ کبار موجود ہیں جو وصایت کا اظہار کرتے ہیں پھر کیونکر آپ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ اوپر آمادہ ہوئے ۔

شرح عقائد کی عبارت کو لکھدی کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ خلافت ثلثہ حق ہے

مگر عقاید جلالی و عقاید تفتازانی و شرح مقاصد و شرح مواقف کو نہ دیکھا کہ ذہنوں نے
کیسی کیسی دشکافی کی ہے جسکو دیکھکر ہر شخص کہ سکتا ہے کہ مذہب اہلسنت میں کوئی مسئلہ
اتفاقی نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ ہر شخص کی رائے جدا گانہ ہے جسکو خداوند عالم
فرماتا ہے تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی ۔

غرض ایکو اگر مذہب حق کی فکر ہے تو جہانتک ہو سکے احادیث رسول اللہ کو دیکھے جسمیں
اگرچہ ہزار دن موضوعات شامل کر دیے گئے ہیں مگر پھر بھی بہت عقدے اوس سے
حل ہو سکتے ہیں کیونکہ انکی عقل جو بنادی یہ حدیث اصلی ہے یا جعلی کیونکہ خداوند عالم نے
رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اور ایسے دین کے ساتھ بھیجا تھا جو قیامت تک
باقی رہنے والا تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت اپنے بعد اختلاف کے راہوں کو بند کیا ہو
اسوجہ سے حضرت نے اول روز اعلان نبوت فرمایا کہ علی ہمارے وصی خلیفہ وزیر ہیں
تاکہ تمام عالم پر حجت تمام ہو جائے کیونکہ ابھی تک جو تھا وہ کافر تھا اسلام دنیا کے مکر و فریب
سے ناواقف تھے ۔ اسلئے سنی کے ساتھ ہی اشتہار کرتے ہیں حضرت ابوطالب کو
کیا لوتمہارا امیا اور حاکم مقرر کیا گیا جس سے ظاہر ہے کہ سب نے یہی سمجھا کہ رسول اللہ کا
منشا یہی ہے ۔ ورنہ وہ بھی مثل حضرت عمر کے کہتے اور وقت خلافت انکار کر جاتے
چونکہ مولوی عبد الرزاق صاحب نے حدیث غدیر کو تسلیم کیا ہے اور غرض دلکی یہ قرار دیا ہے
کہ حضرت نے بہ اہتمام بیان کیا کہ آپکی محبت سب پر لازم ہے صرف ۔

اسلئے ہم بھی ایک حدیث کتاب مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی کی لکھتے ہیں کہ داخل
ثواب ہوں ملاحظہ ہو مسئلہ مطبوعہ بمبئی ۔

عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا علما فقال
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل
من خذلہ وانصر من نصرہ اللہم انت شہیدی علیہم قال وکان فی جنبی
شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی یا عمر لقد عقد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم عقدا لا یحلہا الا منافق فاحذر ان تحلہ ۔

خود حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ نے بمقام غدیر خم جناب امیر کو علم مقرر کیا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللھم انت شہیدی علیھم تو عمر نے کہا یا حضرت جس وقت آپ نے یہ حدیث فرمایا تو ہمارے پہلو میں ایک جوان خوش رو خوشبو تہا اوس نے کہا اے عمر آج رسول اللہ نے ایسی گرہ لگائی ہے کہ اسکو نہ کہولیگا مگر وہی شخص جو منافق ہوگا تو اے عمر تو اس سے خوف کر کہ تو ہی اس گرہ کا کہولنے والا ہو عمر نے اس واقعہ کو حضرت سے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایسا ایسا کہا تہا تو حضرت نے فرمایا وہ بنی آدم سے نہ تہا بلکہ جبرئیل امین تہے۔ اسلیئے یہ فرمایا کہ تم پہ تاکید کریں اوسکی جو ہمنے درباره علی کہا تہا۔

اب اہلسنت کو اختیار ہے کہ لفظ کے جو مطلب چاہیں اختیار کیونکہ رسول اللہ کے لفظ مولی و وصی ہے تو اہلسنت نے خلافت جناب امیر کو نہ سمجہا اب یہ عمر صاحب کا لفظ ہے مقرر کیا کہ حضرت نے جناب امیر کو علم مقرر فرمایا اور تمام اہل علم کو معلوم ہے لشکر مین علم ویسکو ملتا ہے جو سردار لشکر ہوتا ہے۔

اور حضرت جبرئیل کہتے ہین کہ حضرت نے وہ گرہ باندہی ہے کہ اسکا کہولنے والا بجز منافق دوسرا کوئی نہین ہوگا۔ بچارہ اے عمر وہ گرہ کہولنے والا منافق تو ہی نہو شیعہ اور اہلسنت مین اختلاف کی بنیاد صرف اسیقدر ہے کہ شیعونکا مدار جو کچہ ہی قرآن وحدیث پر اور اہلسنت کا مدار صرف اعمال واقوال خلفائے ثلثہ پر نہ قرآن و حدیث پر نہ دیگر صحابہ کے روایات پر کیونکہ آپنے اس مختصر رسالہ مین دیکہ لیا کتنے صحابہ ہین جو اسکی روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ نے جناب امیر کو خلیفہ۔ وصی خیر الاوصیا سید الوصیین فرمایا مگر اوسپر ایمان نہین لاتے اور یہی کہے جاتے ہین کہ وصایت کا مدعی عبداللہ بن سبا یہودی ہوا تو اب اسکا کیا جواب دیا جائے۔

کیونکہ حدیثین تو ایک نہین صدہا کتب معتبرہ اہلسنت سے دکہادی گئین مگر اونکی زبان کو کون روکے۔

وبسبب وجلهم لكان جزؤه من جنس فعله بحيث انه اعرض عن تعلم بانية جماعة
من الائمة وعجز وهاولفظ وامنها واحرقت فى وقت واقتنى بها اخرون
وفتشوها انتقادا واستفادة واخذا اومواخذة ... فيها الله الثمين من ذهب
فى الرصف بالخرز المهين فتارة يطربون ويعجبون ومن تفرده يهزون
حتى قال الشيخ الامام السبكي وغيره ان الاجماع لا ينخرق بخلافهم
ومنهم من رد بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال
الفكر والفهم فى كتاب الله وسنة رسول الله فاهل الظاهر الذين
قال فيهم بعض اهل الاصول من الحنفية ان حكمهم حكم البغاة ان
اراد واية تلك الطائفة المخصوصة فلكلامهم وجه على معنى انه كما لا ينخرق
الاجماع بخروج اهل البغى عن حكمه كذلك خروج هؤلاء لا على معنى ان اهل
الظاهر يحتاج الى قول المجتهد بحل قتال البغاة و لزوم المعصية
فان الظاهرية وان جمد واجمد وعلى قول الرسول بعدم صحته لعدم مثلهم
فى امرها وان اخطاؤا فى انكار الاستنباط وعدم رؤيته الفهم فى نصوص
الشريعة الطهر ولم تفض قولهم الى مفسدة عامة فى الناس بخلاف
امر البغى اشهر فقال ابن حزم منهم ان كل ماء راكد قل او كثر بال فيه انسان
فانه لا يحل لذلك البائل خاصة الوضوء منه ولا الغسل وان لم يجد غيره
ففرضه التيمم وجائز لغيره الوضوء منه والغسل وهو طاهر مطهر لغير الذى بال
فيه ولو تغوط فيه او بال خارجا فسال البول الى الماء الدائم او بال فى
اناء ثم صبه فى ذلك الماء ولم يتغير له صفة فالوضوء منه والغسل جائز لذلك
المتغوط والذى سال بوله فيه ولغيره وممن شنع على ابن حزم فى ذلك
الحافظ ابو بكر بن مفوز انتهى

یعنی ابن حزم ظاہری ۵۰۰ھ میں پیدا ہوا یہ ایک نہایت خفیف فرقہ سے ایسے مرتبہ کا
مدعی ہوا جسکا کسی طرح ... نہ تہا ایسے کلمات کا مدعی ہوا جسکو حضرت سمجہا کیونکر یہ پہنچے

بہائی خوارج کے مقلد ہین جو کہتے ہین الحکم الا للہ ابن حزم اوسی شبیہ کا ماننے والا تہا یعنی
شاگرد جو اسکا داود ظاہری کا مقلد تہا اوسکے بعد سبکو چہوڑ کر خود امام الائمہ بنا اور اسکا دعوی کیا
کہ ہم جو چاہین حکم دین اور علما پر افترا کرتا تہا جسکے وہ قائل نہ تہے اس غرض سے کہ لوگ ان علماے
متنفر ہون مسئلہ صفات باری تعالی مین برے تو نکل گیا مگر قیامت کی باتین کہنے لگا یہ کہتا تہا
ہم بجز خدا اور رسول کسیکا حکم نہین مانینگے نہ ہمکو خدانے کسی کے اقتدا کا حکم دیا نہ کسی کے اجماع
کا یہی عقیدہ ہے بلکہ اسنے بہت سی کتابین تصنیف کین اور علما کے ساتہ بہت بے ادبی کی جس کا
نتیجہ ہوا کہ بہت سے علمانے اسکے کتابونکو ترک کر دیا اور اوسکے کتابونکو لوگون نے جلادیا اور بہت سے علمانے
اوسکے کتابونکی رد لکہی اور سلسلہ بحث و مباحثہ جاری رہا علامہ سیوطی کہتے ہین کہ انکے مخالفت سے
اجماع نہین ٹوٹا اسکا مذہب کتاب و سنت سے مردود ہے علماء اصول حنفیہ سے کہتے ہین کہ یہ فرقہ
باغیونکے حکم مین ہے یعنی جس طرح باغی کے بغاوت سے اجماع نہین باطل ہوتا اوسیطرح انکی مخالفت سے
اجماع پر کوئی اثر نہین ہوتا۔

اب مولوی عبد الرزاق صاحب فرماتے ہین کہ جو ابن حزم خوارج کا مقلد ہو اور باغیکا حکم رکہتا ہو اوسکا کلام
آپ پیش کرتے ہین شیعہ کے سامنے جنکے دلائل قاہرہ اور [illegible] امین ظاہر ہے تمام مخالف کو خواہ سنی ہو یا مجتہد
مقلد ہو یا غیر مقلد مصداق فبہت الذی کفر کردیا اب اسکی کتاب الفصل ملاحظہ فرمائیے جو اسکا
قائل ہو کہ بعد ائمہ کے بڑہکر کوئی مستحق خلافت نہین ہے۔

عقیدہ مولف لوقاص

ہم نے ابھی تک اس رسالہ مین اس حیثیت سے نظر کی ہے کہ مولوی عبد الرزاق صاحب واقعی سنی و مجتہد ہین
جناب سیدہ [illegible] مالک [illegible] صحیح بخاری سے ظاہر ہے مگر خداوند عالم جزاے خیر دے سید عبد العزیز حسین صاحب کو
جنہون نے شمیمۃ الاخلاق حصہ دوم شایع کرکے بتلایا کہ مولوی عبد الرزاق صاحب نے اسمہ نو برس قبل
اپنی تصنیف شایع کی تہی جسکا نام فتوح الاخر معروف بہ ہفت بند منقبت ہے اور مطبع حکیم برہم صاحب
گورکہپور سے شایع ہوئی ہے جسکے چند اشعار حسب ذیل ہین۔

ذات تو بے مثل بے ہمتاست از خیبر نبی — حسن عثمان ولام [illegible] ز طاد اد باد و سین

غیر حق از کہ ذات کیست کو آگہ بود — ذات ہمین آگہ اگر باشد رسول اللہ بود

نیست باک از بیم پرسش نیست خوف از روز حشر — چون تو ہستی از برای عاصیان فریادرس

زینت محراب دین طاعت گزار قبلتین — ای کہ سرتا پای داری شان شان مصطفی

ہست در قرآن ثنایت یا امیر المومنین — مدح تو کردہ خدایت یا امیر المومنین

ثمرہ از دشمنی با تست خسران را سبب — نور خیر بود از ولایت یا امیر المومنین

سالکان راہ طریقت تا نہ تشویشے بود — آمدی بہر ہدایت یا امیر المومنین

ذات عالی گو بظاہر آمدہ در ممکنات — لیکن از امکان ما یان دیگر امکان شماست

چون ثنا ہایت بود اندر کلام ایزدی — ہر چہ در وصف شما گویند ثنا یان شماست

یک نگہ از لطف آن ذات معاصی را دوا — اینکہ این بیچو ہم محتاج درمان شماست

خوش ترست از غیر درد خویش پنہان داشتن — لیک بے عقلی ست پنہان از طبیبان داشتن

آمدی نائب زبہر نائب حق از ازل — کار عالم با ذات تو باشد چون نظام

بر سر ہمہ زجز الطفت بود سایہ فگن — کن قبول این آرزو تو شادی من غلام

ان اشعار کو دیکھیے جو خود مولوی عبد الرزاق صاحب کے تصنیفات سے ہین اور یہ رسالہ [illegible] ہے جسکا نام الو قاسمی ہے اور اوسکی جواب مین رسالہ الوصی شایع ہوا اور نیز انکا کون عقیدہ صحیح ہے۔ اب ہم اس رسالہ کو مولوی ثناء اللہ صاحب اور سیر المحدیث کے عبارت پر تمام کرتے ہین جو خلافت [illegible] مین لکھتے ہین۔ اے عبد المطلب کی اولاد قسم ہے خدا کی مین جو تمکو تعلیم دیتا ہون اس سے بہتر کوئی نہین لایا اپنی قوم کو۔ مجھے خدا نے حکم دیا کہ مین تمکو اسکی طرف بلاؤن تم مین سے کون میری مدد کریگا اس بات پر کہ میرا بھائی اور خلیفہ ہو تم مین۔ سب کے سب لوگ خاموش رہے مگر علی سب سے چھوٹا تہا مین نے عرض کیا حضرت مین آپکا وزیر ہون۔ یہ سنکر فرمایا یہ علی میرا بھائی ہے اور وصی ہے اور تم مین میرا خلیفہ ہے پس تمکو لازم ہے کہ اسکی سنو اور اوسکی اطاعت کرو۔ لوگ یہ سنکر ہنستے چلے گئے اور ابو طالب کو کہتے تھے کہ لو سنو تمہین حکم ہوا کہ اپنے بیٹے علی کی تابعداری کرو۔ اب جن لوگوں کو حکم رسول اللہ [illegible] دیا ہے وہ تمہین اور غور کرین کہ رسول اللہ کا خلیفہ اور وصی کون تہا اور جو لوگ خلفائے ثلثہ کو خلیفہ جانتے ہین دیکھین اور مرزا قادیانی کو [illegible] کیا